ہفت روزہ
ترجمان اسلام
لاہور

نگران اعلیٰ
مفتی محمود

21/22

دفتر جمعیت علماء اسلام

خونی انقلاب کی حمایت اور پُر امن انقلاب کی مخالفت

ہمارے تعلیمی ادارے اور ان کا تعلیمی معیار

خان قیوم قومی اتحاد سے زیادہ خود مُسلم لیگ کے لئے ایک مسئلہ بن چکے ہیں

(مولانا مفتی محمود کا انٹرویو)

حکیم الاسلام قاری طیب صاحب کا بصیرت افروز خطاب

اٹھارہ سال سے برما کے پاسپورٹ پر ایک مُسلمان نے بھی فریضہ حج ادا نہیں کیا

برما کی دلخراش داستان

نفاذ نظام شریعت تک ہم آرام سے نہیں بیٹھیں گے

(حضرت درخواستی)

۲ جون ۱۹۷۸ء، ۲۴ جمادی الثانی ۱۳۹۸ھ

قیمت: ایک روپیہ

لا الٰہ الا اللہ

عبدالعزیز خالد

۵

ہے بے نیازِ علائق وہ ذاتِ بے ہمتا
صفات و ذات میں یکسر منزّہ و یکتا
تمام حمد و ستائش اسی کو ہے زیبا
وہ جس نے کُن سے کیا کائنات کو پیدا
وہ جس نے دے کے مذاقِ تجسّس اشیا
کفِ غبار کو سونپی خلافتِ دُنیا
بدیعِ ارض و سما لا الٰہ الا اللہ

اسی کے فیض سے فرشِ زمیں ہے خلد آسا
فضائے گلشنِ ایجاد ہے نشاط افزا
اسی کا نام ہے وردِ زبانِ موجِ ہوا
اسی کا تذکرہ کرتے ہیں اہلِ نطق و نوا
شہیدِ ذوقِ ترنّم، طیورِ نغمہ سرا
ہمیشہ پڑھتے ہیں سُبحانَ رَبّیَ الأعلیٰ
اسی کا حق ہے ثنا لا الٰہ الا اللہ

ہر ایک ذرّۂ صحرا، ہر ایک برگِ چمن
اداشناسِ رسالت کو ہے صحیفۂ فن
بہارِ باغِ عدن ہو کہ دارِ رنج و محن
اسی کے ذکر سے آباد ہیں دیار و دمن
ضیائے شمس و قمر ہو کہ دیدۂ روشن
اسی کا نور ہے خود آشکار و جلوہ فگن
فروغِ صبح و مسا لا الٰہ الا اللہ

خرامِ کبکِ دری، زمزمہ عنادل کا
سرودِ ابرِ بہاری، سکوت ساحل کا
فسانہ زلف و دہن کا فسوں شمائل کا
صبا کی نرم روی، اضطراب بسمل کا
نمود تاروں کی، نظارہ ماہِ کامل کا
یہ اہتمام مداراتِ دید و دل کا
ہے شانِ پاکِ خدا لا الٰہ الا اللہ

عجب مقام ہے یہ کارخانۂ قدرت
طلسمِ حیرت و افسونِ وحدت و کثرت
بنا کے محرمِ اسرارِ حرمت و حلّت
دیا ہے اذنِ تمتّع بشر کو بے منّت
وہ خوش نصیب میسّر ہو جس کو یہ نعمت
ہمیشہ کیوں نہ رہے سرخوشِ مے طاعت؟
کہ ہے یہ عینِ وفا لا الٰہ الا اللہ



جلد نمبر ۲۱ شمارہ نمبر ۲۲

جمعۃ المبارک ۲ جون ۷۸ء ۲۴ جمادی الثانی ۹۸ھ

سرپرست
مولانا عبیداللہ انور
مدیر
اکرام القادری
مدیر معاون
عمیر الہاشمی

بدل اشتراک
سالانہ
۴۵ — روپے
ششماہی
۲۳ — روپے
سہ ماہی — ۱۱.۵۰ روپے
فی پرچہ
ایک روپیہ

انتشار کون پھیلا رہا ہے؟

پچھلے دنوں جمعیۃ العلمائے پاکستان کے رہنماؤں نے جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی نائب صدر مولانا حامد علی خان سے ملتان میں ملاقات کے بعد پاکستان قومی اتحاد کے بارے میں جو بیانات دیئے تھے اور قومی اتحاد سے وابستگی کا جن الفاظ میں اظہار کیا تھا اس سے توقع ہو چلی تھی کہ جمعیۃ کے رہنماؤں کا موڈ ٹھیک ہو گیا ہے اور وہ ایک مرتبہ پھر پاکستان قومی اتحاد کے رہنماؤں کے ہمراہ شانہ بشانہ چل کر ملک و قوم کی فلاح و بہبود کے لئے کام کریں گے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ملک میں نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کا جذبۂ صادقہ لے کر آگے بڑھنے کی کوشش کی جائے گی۔ اس سلسلے میں جمعیۃ علماء پاکستان کے صدر مولانا شاہ احمد نورانی کی بیرون ملک سے واپسی کا بھی قومی حلقے انتظار کر رہے تھے کہ وہ وطن واپس تشریف لا کر پاکستان قومی اتحاد اور جمعیۃ علماء پاکستان کے مابین اختلافات کی خلیج کو پاٹنے کی مقدور بھر سعی کرنے میں دریغ نہیں کریں گے۔

مگر یہ بات ہمیں انتہائی قلق، دکھ اور افسوس کے ساتھ کہنی پڑ رہی ہے کہ جناب مولانا نورانی نے پاکستان قومی اتحاد کے خلاف بالعموم اور پاکستان قومی اتحاد کی قیادت کے خلاف بالخصوص جو مسموم بیان بازی کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے اس نے قومی حلقوں کی تمام تر توقعات پر پانی پھیر دیا۔ اب ہر شخص مرقع حیرت و استعجاب بن کر مولانا کے ان بیانات کو پڑھ رہا ہے جنہوں نے اتحاد و اتفاق کی فضا کو مکدر کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔

مولانا نے اپنے تازہ فرمودات میں جو ارشاد فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ "مشروط دعوت پر قومی اتحاد کے کسی اجلاس میں شرکت نہیں کی جائے گی"۔ "مفتی محمود کا خط مل گیا ہے جواب بھیج دیا جائے گا"۔ "اتحاد کی موجودہ قیادت قومی اتحاد میں انتشار پیدا کر رہی ہے"۔ "قومی اتحاد میں جو لوگ عہدوں سے چمٹے ہوئے ہیں وہ اتحاد میں انتشار کا سبب بنے ہوئے ہیں وغیرہ وغیرہ"

مولانا کے حالیہ بیانات کی روشنی میں ہر شخص بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے کہ وہ ان دنوں 'نے باگ ہاتھ میں ہے، نے پا ہے رکاب میں' والی کیفیت میں مبتلا ہیں۔ کاش نورانی میاں اس حقیقت کو پا لیتے کہ ان کے حالیہ بیانات سے ملک و قوم کا کس قدر نقصان ہو رہا ہے اور قوم میں کس حد تک مایوسی پھیل رہی ہے۔

نورانی میاں کی منطق بھی عجیب ہے وہ خود تو اس قسم کے بیانات دے رہے ہیں جس سے انتشار اور افتراق کی راہیں کشادہ ہوں اور الزام قومی اتحاد کی قیادت پر لگا رہے ہیں۔ 'ناطقہ سر بہ گریباں ہے اسے کیا کہیے' کی مثال ایسے ہی مواقع پر صادق آتی ہے۔ انتہا یہ کہ نورانی میاں کی وطن مراجعت کے بعد سے جمعیۃ علماء پاکستان کے دیگر ذمہ دار افراد نے بھی اپنے لب و لہجے میں زہر گھول لیا ہے، اور یہ خبر بھی اخبارات میں آ چکی ہے کہ مولانا عبدالستار نیازی اور اکبر ساقی کے خلاف مارشل لاء کے تحت مقدمہ درج کر لیا گیا ہے اس لئے کہ ان دونوں حضرات نے فیصل آباد کے جھنگ بازار کی معروف مسجد میں تقریریں کرتے ہوئے مولانا مفتی محمود اور ولی خان پر کیچڑ اچھالا تھا جو سیاسی سرگرمیوں کے منافی ہے۔

اس کے باوجود نورانی میاں یہ کہنے سے نہیں چوک رہے کہ قومی اتحاد کی قیادت انتشار پھیلا رہی ہے۔ محسوس ایسا ہو رہا ہے کہ وہ گوبلز کے اس مقولے پر عمل کر رہے ہیں کہ

باقی صفحہ ۸ پر

مولانا عبیداللہ انور نے [illegible] پرنٹر [illegible] سے چھپوا کر [illegible] شائع کیا

شیخ التفسیر مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ

ہم نظام شریعت کے نفاذ تک آرام سے نہیں بیٹھیں گے: حضرت درخواستی

مفتی محمد شفیع کے خیالات میں اعتماد تھا، خلوص تھا اور عظمت تھی: مفتی محمود

مدرسہ قاسم العلوم کے بانی شیخ التفسیر مفتی محمد شفیع ۲۱ مئی ۱۲ بجے شب طویل علالت کے بعد وفات پا گئے۔

مرحوم کی نماز جنازہ میں شرکت کیلئے دور دراز سے علماء کرام اور کارکن ملتان آئے۔ جمعیۃ علماء اسلام کل پاکستان کے امیر حضرت شیخ الحدیث مولانا عبداللہ درخواستی بھی باوجود علالت کے تشریف لائے اور نماز جنازہ پڑھائی۔

مفتی محمد شفیع ملتان کے ممتاز علماء دین اور شیخ التفسیر کی حیثیت سے معروف تھے۔

ان کے درس قرآن پاک میں شرکت کے لئے دور دور سے لوگ آتے۔ مرحوم مدرسہ قاسم العلوم کے بانی اور مہتمم تھے۔ مرحوم مفتی کفائت اللہ کے خصوصی شاگردوں میں سے تھے۔ مفتی کفایت اللہ نے تعلیمی سند کے علاوہ ایک خاص سند اپنے دست مبارک سے لکھ کر حضرت کو دی تھی۔

انہوں نے وصیت فرمائی کہ یہ خاص سند قبر میں میرے ساتھ رکھ دینا۔ مجلس شوریٰ نے ان کو تاحیات اعزازی مہتمم بنا دیا تھا۔ عملاً اہتمام کی ذمہ داری مولانا مفتی محمود اور نائب مہتمم مولوی محمد قاسم صاحب کے سپرد تھی۔ مفتی محمد شفیع صاحب کی وفات پر مجلس شوریٰ کے ایک ہنگامی اجلاس نے اس انتخاب کی توثیق فرمائی ہے۔

مرحوم کو مدرسہ قاسم العلوم سے بہت جذباتی لگاؤ تھا۔ شدید علالت میں بھی اکثر مدرسہ میں آ جاتے۔ گذشتہ دنوں دارالعلوم دیوبند کے سربراہ قاری محمد طیب قاسم العلوم آئے تو مرحوم باوجود نقاہت کے آئے تو مرحوم باوجود شدید نقاہت کے آئے اور قاری صاحب کی زیارت کا شوق دل میں لئے دفتر مدرسہ میں پڑے رہے۔ مدرسہ کی انتظامیہ ہجوم کار کی وجہ سے یہ بھول گئی اور باوجود تکلیف کے مرحوم زیارت سے محروم رہے۔ مدرسہ اسی لگاؤ اور محبت سے مرحوم نے وصیت کی تھی کہ میری میت کو مدرسہ ضرور لے جانا۔

پانچ بجے شام تک مرحوم کا جسد دفتر مدرسہ میں رکھا گیا۔ زندگی بھر مدرسہ کے دفتر سے رفاقت نبھائی تو مرنے کے بعد بھی رسم وفا کو ملحوظ رکھا۔ دارالحدیث میں تعزیتی جلسہ ہو رہا تھا۔ مولانا مفتی محمود صاحب کہہ رہے تھے کہ مفتی محمد شفیع مدرسہ قاسم العلوم کے بانی تھے۔ ۱۹۴۵ء میں مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ روز زیست سے ہی مدرسہ ترقی کرتا رہا۔ ۲۷، ۲۸ سال سے میں بھی یہاں ہوں۔ مرحوم کے دل میں طلباء کے لئے محبت اور شفقت کا عظیم جذبہ تھا ان کے خیالات میں عظمت تھی۔ خلوص تھا۔ اعتماد تھا۔ وہ بہت بے لوث تھے۔ بے غرض تھے اللہ ان کے درجات بلند کرے۔ ان کی روح کو سکون ملے۔ یقیناً ان کی دینی خدمات۔ علوم دینیہ قرآن وحدیث سے شغف توشہ آخرت اور ذریعہ نجات ثابت ہوگا۔

جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کے امیر حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی نے مولانا محمد قاسم کی دستار بندی کی اور بتایا کہ مدرسہ کی مجلس شوریٰ نے ایک ہنگامی اجلاس میں مفتی محمود کو مہتمم اور مولوی محمد قاسم کو نائب مہتمم کی حیثیت کی توثیق کردی ہے۔

قاسم العلوم کی تاریخی حیثیت:

یہ جگہ بے آباد تھی۔ چرسی اور بھنگیوں کی مسکن تھی۔ ۱۹۴۵ء میں شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی دین پور آئے۔ ملتان میں مدرسہ کا سہ روزہ پہلا جلسہ ہو رہا تھا۔ حضرت نے اپنے دست مبارک سے سنگ بنیاد رکھا۔ اللہ کی شان اس وقت سے آج تک مدرسہ میں ہر طرف قال اللہ وقال الرسول کی آواز گونج رہی ہے۔ قرآن وحدیث کی تعلیم دی جاتی ہے۔ قرأت اور تجوید کا اہتمام ہے۔ جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو فرشتے بھی دعا کرتے ہیں۔

آج مفتی محمد شفیع کی روح خوش ہوگی۔ ان کی روح کو ٹھنڈک اور تسکین ہوگی کہ مدرسہ کے کونہ کونہ سے قرآن کی آواز گونج رہی ہے۔ قاسم العلوم کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ مدرسہ کے مہتمم مولانا مفتی محمود صاحب پاکستان قومی اتحاد کے صدر بھی ہیں اور تحریک نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپہ سالار بھی۔ ہم آرام سے نہیں بیٹھیں گے، جب تک پاکستان میں نظام شریعت نافذ نہ ہو جائے۔

عالم دین کی موت:

جو دنیا میں آیا ہے ایک دن اس نے جانا ہے۔ عالم دین کی موت جہان کی موت ہے۔ موت کے آگے کسی کا زور نہیں۔ تقدیر پر صرف اللہ کو قدرت ہے۔ جب کوئی نیک بندہ فوت ہوتا ہے فرشتے اس کی روح کو ریشم کے غلاف میں لپیٹ کر آسمانوں پر لے جاتے ہیں ایک دوسرے کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ روح سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ تری زندگی پاک، تری موت پاک، تری روح پاک، اللہ تیرے سے راضی تو اللہ سے راضی۔ جب جنازہ پڑھا جاتا ہے۔ حمد وثنا اور درود شریف کے بعد دعا پڑھی جاتی ہے تو یہ دعا سیدھی عرش تک جاتی ہے۔ آواز آتی ہے اے میرے

باقی ص ۱ پر

خان قیوم قومی اتحاد سے زیادہ خود مسلم لیگ کے لئے ایک مسئلہ بن چکے ہیں



پیر صاحب یا ان کی جماعت کیلئے خان قیوم کو ہضم کرنا کوئی آسان کام نہیں



پی این اے نے کبھی انتخابات سے گریز نہیں کیا۔



مسلم لیگ کے قائد کا دوبارہ انتخاب پیر پگارا کے لئے کھلا چیلنج ہے۔

مفتی محمود ایک ایسے سیاستداں ہیں جن کی سیاست کا مدار دین کی اعلیٰ قدروں پر ہے۔ وہ بات کرتے ہیں تو اُن کے منہ سے نکلنے والا ہر لفظ تفقہہ فی الدین کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ سیاست برائے بیان بازی و شوق تصویر آرائی نہیں کرتے بلکہ ان کی سیاست بقول ان کے دین کے تابع ہے۔ وہ پاکستان میں ۱۹۶۲ء سے سیاست کے میدان میں ایک مسلمہ شخصیت کی حیثیت سے اپنے وجود کو منواتے رہے ہیں۔ انہیں اس دشت پرخار کے برسرخار کو خونِ دل کی "گلابی" سے چمکاتے ہوئے تقریباً نصف صدی گزر چکی ہے۔ وہ وزیر اعلیٰ بھی رہے لیکن اس انداز کے ساتھ کہ اقتدار کے تخت پر بیٹھنے کے باوجود انہوں نے انا ربکم الاعلیٰ کی بڑ نہیں ہانکی۔ وہ آج کل پاکستان قومی اتحاد کے صدر ہیں۔ صدارت کا یہ بار گراں گذشتہ ڈیڑھ سال سے ان کے توانا کندھوں پر ہے۔ انہوں نے بھٹو کے خلاف تاریخ کی عظیم الشان تحریک کی قیادت بڑی کامیابی کے ساتھ کی اور اس کے بعد بھی صدارت کے فرائض بہ حسن و خوبی انجام دے رہے ہیں اور حتیٰ المقدور عوام کے احساسات کی عکاسی اور ترجمانی کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

گذشتہ دنوں وہ لاہور تشریف لائے تو وہ خاصے مصروف تھے لیکن اپنی ان گنت مصروفیات کے باوجود بر سبیل وقت دیا لیکن انہیں شکایت تھی کہ آپ لوگ انٹرویو لیں۔ بڑے شوق سے۔ .... لیکن ایک مقامی معاصر کے اداریے کا نوٹس لینے کو بھی کہا۔

میں نے اشہب گفتگو کی رہوار دوسری طرف موڑتے ہوئے ان سے سوال کیا۔

"مفتی صاحب! حال ہی میں خان قیوم نے مسلم لیگ پگارا گروپ" میں اپنے سیاسی وجود کو مدغم کر کے قومی اتحاد کی بقیہ تمام جماعتوں کے لئے ایک نیا مسئلہ پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس سلسلہ میں آپ کی رائے؟"

مفتی صاحب نے فرمایا — اس سلسلہ میں اخبارات میں میرے بیان شائع ہو چکے ہیں قندِ مکرر کے طور پر پھر کہوں گا کہ خان قیوم کی مسلم لیگ میں شمولیت نے واقعی ہمارے لئے پرابلم پیدا کی ہے۔ مجھے حیرت ہوتی ہے جب میں مسلم لیگ کے زعماء کے بیانات ان کی حمایت میں پڑھتا ہوں، حالانکہ پیر پگارا نے این۔ ڈی۔ پی کے رہنماؤں اور قومی اتحاد کے باقی زعماء کے ساتھ ایک ملاقات میں خود یہ کہا تھا کہ خان قیوم کو ہم اپنی جماعت میں اس وقت تک اذنِ شمولیت نہیں دیں گے جب تک باقی جماعتوں سے مشورہ نہیں کر لیتے لیکن اب انہوں نے اپنی اس رائے سے گریز کا راستہ اختیار کرتے ہوئے خان قیوم کو اپنی جماعت میں شامل کر لیا ہے۔ خان قیوم کی شمولیت نے صرف میرے لئے یا قومی اتحاد کی کسی دوسری جماعت کے لئے مسائل پیدا نہیں کئے بلکہ وہ خود مسلم لیگ کے لئے بھی ایک مسئلہ بن چکے ہیں۔ انہوں نے حال ہی میں ایک بیان میں کہا ہے کہ

"سیاسی سرگرمیوں سے پابندیاں
اٹھ جانے کے بعد مسلم لیگ
کے قائد کا دوبارہ انتخاب
ہونا چاہیئے"۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک کھلا چیلنج ہے پیر پگارا کی قیادت کے لئے، اس سے واضح طور پر

یہ بات بھی کھل کر سامنے آتی ہے کہ خان قیوم
کو مسلم لیگ کی موجودہ قیادت یعنی پیر پگارا کی
صدارت پر اعتماد نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ
مسلم لیگ عنقریب خود ہی سے جان چھڑا لے
گی۔ خان قیوم کو میرا یہ مخلصانہ مشورہ ہے کہ
اب وہ سیاست سے ریٹائر ہو جائیں۔ وہ
کافی بوڑھے ہو چکے ہیں۔ اب انہیں آرام کرنا چاہئے۔
میں اور پاکستان کی سالمیت اور جمہوری قدروں پر
یقین رکھنے والا ہر باشعور فرد اس بات پر مطمئن
ہے کہ مسلم لیگ اور قیوم لیگ آپس میں مدغم ہو
چکی ہیں۔ مجھے قیوم لیگ اور مسلم لیگ کے
اس ادغام پر کوئی اعتراض نہیں، اس لئے کہ مسلم
لیگ کا اتحاد قومی اتحاد کی مضبوطی کا باعث
بھی بن سکتا ہے۔ قیوم لیگ کا ادغام تو ہمیں
منظور ہے لیکن قیوم خان کی شمولیت کسی بھی
طور سے قومی اتحاد میں شامل جماعتوں کے وقار
میں اضافے کا باعث نہیں بن سکتی۔

مفتی صاحب نے جب دو اور دو چار
کی طرح، دو ٹوک اور غیر مبہم لہجے میں میرے اس
سوال کا جواب دے دیا تو میں نے ان کے
سامنے دوسرا سوال رکھا۔

"چودھری ظہور الٰہی نے خان قیوم کے
مسلم لیگ میں شمولیت پر آپ کی طرف
سے دیئے گئے بیان کے جواب میں کہا
ہے کہ خان صاحب نے قومی اتحاد میں
نہیں بلکہ مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی ہے
لہٰذا مفتی صاحب کو اس پر کوئی اعتراض
نہیں ہونا چاہیئے۔ اس بارے میں آپ
کی رائے کیا ہے؟

مفتی صاحب نے زیر لب مسکراتے ہوئے
جواب دیا۔ شاید چودھری ظہور الٰہی بھول چکے
ہیں کہ یہ وہی خان قیوم ہیں جنہوں نے ایف ایس
ایف کے بل کی اسمبلی میں پیروی کی تھی، جس
کی زیادتیوں کا ہدف خود چودھری صاحب
بھی بنے ہیں۔ اسی ایف۔ ایس۔ ایف نے
ان کے جلسوں کو خراب کرنے کی کوشش کی
یہ سب خان قیوم کی ستم رانیاں تھیں جسے
جوش محبت میں چودھری صاحب مہربانیوں
میں شمار کر رہے ہیں اور کیا کہا جائے

ع سب کا اپنا اپنا ہے جام اپنا اپنا

اب خان قیوم کی بحث سے ہٹ کر
ایک سابق مسلم لیگی سردار شوکت حیات کے
بیان کی طرف میرا روئے سخن تھا۔ میں نے
مفتی صاحب کو زحمت سخن دی کہ وہ سردار
شوکت حیات کے اس بیان کے بارے میں
اپنی رائے کا اظہار کریں جس میں انہوں نے کہا تھا
کہ "جو جماعتیں قومی حکومت میں شامل ہوں
انہیں آئندہ انتخابات میں شرکت نہ کرنے کا اعلان
کرنا چاہیئے۔" مفتی صاحب نے ٹیلیفون کا
ڈائل گھماتے ہوئے کہا کہ " اگر ایسا کوئی فیصلہ
کر دیا جائے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا"۔

اب مفتی صاحب خاموش تھے۔ علم و
عمل کے بحر ناپیدا کنار پر سکوت تھا۔ میں نے
ضمنی سوال داغا۔ "یہ فیصلہ کون کرے گا؟"
کھٹ سے جواب آیا

موجودہ حکومت، ایسی صورتحال اگر پیدا
ہو جائے تو قومی حکومت کی تشکیل کے راستہ
میں کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہے گی۔ میں تو ذاتی
طور پر یہ سمجھتا ہوں کہ قومی عبوری حکومت میں شامل
ہونا انتخابات کے نقطہ نظر سے عوام کی صحیح نمائندگی
کا نعم البدل تو نہیں ہو سکتا، سردار شوکت حیات
کو یہ کیا سوجھی کہ وہ ایسا بیان دیں، انہیں معلوم
نہیں کہ قومی حکومت کا مسئلہ تو کھٹائی میں پڑا
ہوا ہے۔ اب قومی حکومت کے بارے میں اس
سے زیادہ اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ

ع کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک

قومی اتحاد کے صدر سے اب قومی اتحاد
کے متعلق میں نے استفسار کیا کہ

"قومی اتحاد جس نہج پر پہنچ چکا ہے اس
کی ذمہ داری کس پر ہے؟"

بھلا یہ سوال بھی کوئی پوچھنے والا ہے
میں بلا جھجک کہتا ہوں کہ اس کی ذمہ داری ریٹائرڈ
ایئر مارشل اصغر خان پر ہے۔ جماعتی طور پر
قومی اتحاد کے قلعے میں سب سے پہلا شگاف
انہوں نے کیا ہے اور اس طرح سے عوامی توقعات
کے نازک پھولوں کو اپنی انا کے پاؤں تلے روندا
ہے۔ من حیث المجموع میں سمجھتا ہوں کہ
قومی اتحاد میں کوئی فکری انتشار اور جماعتی تصادم
نہیں۔ جمعیۃ العلماء پاکستان سے ہم نے اپنا
رابطہ قائم رکھا ہوا ہے اور مجھے خوشی ہے کہ
انہوں نے خود یہ بیان دیا ہے کہ وہ قومی اتحاد
ہی میں شامل رہیں گے۔ این۔ ڈی۔ پی سے
ایک جزوی مسئلہ پر اختلاف تھا اب وہ ختم ہو
چکا ہے ——— اتنا کہہ چکنے کے بعد مفتی صاحب
نے توقف فرمایا۔ میں نے گلفشانی گفتار کے
انداز دیکھنے کے لئے ان سے پوچھا

"وہ جزوی اختلاف کس مسئلے پر تھا؟"

قومی حکومت میں شمولیت کے مسئلہ پر۔
اب ایک نیا مسئلہ خان قیوم کا ہے، مجھے امید
ہے کہ اس الجھن سے بھی ہمیں نجات مل جائیگی۔
کیونکہ خان قیوم ابھی سے پیر پگارا کی قیادت
کو چیلنج کر رہے ہیں اور پیر صاحب اور ان کی
جماعت کے لئے خان قیوم کو ہضم کرنا کوئی
آسان کام نہیں۔ جب مفتی صاحب قومی اتحاد
کو درپیش مختلف مسائل کا تذکرہ کر چکے تو میں
نے ایک متنازعہ مسئلہ کے متعلق ان کی
رائے جاننا چاہی۔ وہ مسئلہ تھا قومی حکومت
کا۔ مفتی صاحب نے اس اثناء میں ایک
فون ریسیو کیا۔ جب وہ فون کر چکے تو میں
نے پوچھا

"قومی حکومت کی تشکیل
کی ضرورت کس حد تک
اشد ہے؟

مفتی صاحب نے شگفتہ درفتہ لہجے میں جواب دیا۔

"یہ جنرل ضیاء کو خود فیصلہ کرنا چاہیئے
کہ انہیں قومی حکومت بنانے کی
کتنی ضرورت ہے۔ اگر وہ قوم و
ملک کے وسیع تر مفاد کی خاطر
ایسی عبوری حکومت کی تشکیل چاہتے
ہیں تو ہم ان کے ساتھ تعاون کریں
گے۔ اگر وہ قومی حکومت کی مجوزہ
تشکیل کو دفتر بے معنی سمجھتے ہیں تو

ع چشم ما روشن دل ما شاد

اگر وہ خود ہی حکومت کریں تو انتخابات

کے انعقاد تک تو بہر حال ہم ان کا ساتھ دیں گے۔ اب گیند ان کے کورٹ میں ہے۔ یہ سوال بھی انہیں سے کرنا چاہیئے۔

"آپ کے خیال میں عام انتخابات کے لئے فضا کس وقت تک سازگار ہونے کا امکان ہے؟"

مفتی صاحب نے حالات کا تجزیہ کرتے ہوئے کہا:

"ہم تو آج بھی فضا کو سازگار پاتے ہیں۔ یہ سب بھولے بھلیاں ہیں کہ فی الحال فضا سازگار نہیں۔ اگر انتخابات کے انعقاد کے لئے فضا کے سازگار ہونے کا انتظار جاری رہا تو مجھے تو یوں نظر آتا ہے کہ موجودہ نسل اپنی آنکھوں سے انتخابات کا انعقاد نہ دیکھ سکے گی۔ میں پھر کہوں گا کہ اگر ۱۸ اکتوبر ۱۹۷۷ء کو انتخابات ہو جاتے تو ہم یقیناً ملک دشمن عناصر کو شکست فاش دیتے، لیکن یہ سنہری موقع خود جنرل ضیاء صاحب نے کھو دیا ہے۔ مجھے ۱۸ اکتوبر کے انتخابات کے التواء کی سمجھ نہیں آتی کہ انہوں نے اس وقت انتخابات کو معرضِ التواء میں کیوں ڈال دیا۔

جب انتخابات کی بات چل نکلی تو میں نے رشتۂ تکلم کو دراز کرتے ہوئے مفتی صاحب سے استفسار کیا

"عوام کے ایک گروہ کا یہ خیال ہے کہ موجودہ حالات میں چونکہ پی۔ این۔ اے کی تمام جماعتیں خود کو اس پوزیشن میں نہیں سمجھتیں کہ وہ الیکشن جیت سکیں لہذا وہ انتخابات کے جلد انعقاد سے گریز کر رہی ہیں۔"

مفتی صاحب یوں لب کشا ہوئے کہ "یہ تو ویسے ہی آپ نے ایک مفروضہ بنا لیا ہے، کون کہتا ہے کہ پی۔ این۔ اے اس پوزیشن میں نہیں کہ وہ انتخابات میں تخریب کاروں اور پاکستان کو دولخت کرنے والوں کو شکست فاش نہ دے سکے۔ پی۔ این۔ اے نے کبھی انتخابات سے گریز نہیں کیا۔ ہمارا ہمیشہ یہ مطالبہ رہا ہے کہ موجودہ مشکلات اور مصائب کا حل صرف آزادانہ، غیر جانبدارانہ اور منصفانہ انتخابات میں ہے۔ ہم اب بھی کہتے ہیں کہ انتخابات کروا کے حکومت ایک منتخب جماعت کے حوالے کی جائے تاکہ ملک کو درپیش مصائب سے قوم کو نجات دلائی جا سکے۔"

چونکہ مفتی صاحب نے دس بجے لاہور سے روانہ ہونا تھا اس لئے میں نے ان سے آخری سوال کیا:

"قومی حکومت کی تشکیل کا معاملہ کس مرحلے میں ہے قومی حکومت کے مجوزہ وجود کے متعلق آپ کا نقطۂ نظر؟"

یہی سوال بھی جنرل ضیاء سے کرنا چاہیئے کہ آیا وہ قومی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں یا محض لیت و لعل سے کام لے رہے ہیں۔ جہاں تک قومی حکومت کی تشکیل کا تعلق ہے، قومی اتحاد موجودہ غیر نمائندہ حکومت میں شمولیت کو اپنے وقار کے منافی سمجھتا ہے۔ مارشل لاء کی موجودگی میں عبوری قومی حکومت میں شامل ہونا جمہوری جماعتوں کا شیوہ نہیں ہوا کرتا۔ لیکن اس کے باوجود میں ایک سیاسی نباض کی حیثیت سے یہ بھی کہوں گا کہ اگر عبوری حکومت کو انتخابات تک سنبھالا نہ دیا گیا تو ملک کو ایک بحران کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ایک ایسا خوفناک بحران، جس کے تصور سے ہی انسان کانپ اٹھتا ہے۔ یہ بحران ملک کے لئے بھی مصیبت کا باعث بن سکتا ہے، اس لئے ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ نئے انتخابات کے انعقاد تک موجودہ حکومت کا ساتھ دیا جائے۔



بشکریہ ہفت روزہ چٹان لاہور



بقیہ، اداریہ

جھوٹ کو جتنا پھیلایا جائے گا لوگ اسے سچ سمجھنے لگیں گے۔ لیکن انہیں یہ خبر نہیں کہ عوام اب ہر چیز کو ناپنے تولنے کے عادی ہو چکے ہیں۔ اب وہ دور لد چکا ہے جب جھوٹ کے بار بار کے اعادے سے یہ سمجھ لیا جاتا تھا کہ شاید یہ سچ ہو۔ انہیں یہ کون بتائے کہ مولانائے محترم الزام تراشیوں اور کذب بیانیوں سے حقیقت کو نہیں جھٹلایا جا سکتا۔ حقائق ہر دور اور ہر حال میں حقائق ہوتے ہیں۔

اس سے بڑا جھوٹ کیا ہوگا کہ اتحاد کے موجودہ عہدیداران زبردستی عہدوں سے چمٹے ہوئے ہیں اور انتشار پھیلا رہے ہیں۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ اتحاد کے موجودہ عہدیداران کا باقاعدہ انتخاب ہوا ہے۔ اتحاد کی تمام جماعتوں نے انہیں منتخب کیا ہے اور جس اجلاس میں اتحاد کے موجودہ عہدیداران منتخب ہوئے اس میں بنفس نفیس نورانی صاحب بالقابہ موجود تھے اور خود جناب کی طرف سے مسلم لیگ کے سربراہ جناب پیر آف پگارا کا نام برائے صدارت پیش کیا گیا ہے اور پیر صاحب کے انکار کے بعد انہوں نے خاموشی اختیار کر لی، جس کے بعد مولانا مفتی محمود متفقہ طور پر پاکستان قومی اتحاد کے صدر منتخب کر لئے گئے اور بعد ازاں دیگر عہدیداران کا انتخاب اتفاق رائے سے عمل میں آیا۔

لیکن افسوس کہ جب انکی منصوبہ بندی انکے کام نہ آئی تو انہوں نے قومی اتحاد کی قیادت سے اختلافات کی پٹاری کھول دی جو آج تک بند ہونے میں نہیں آ رہی اور بجائے اس کے کہ اختلافات کی خلیج کو پاٹ کر اتحاد کی راہ پر گامزن ہونے کو ترجیح دی جاتی نت نئے شوشے چھوڑے جا رہے ہیں کبھی کوئی دور کی کوڑی اٹھا کر لائی جا رہی ہے اور کبھی کوئی کھڑاگ رچایا جا رہا ہے اور پھر ایسے وقت میں جبکہ ملک نازک ترین حالات سے گذر رہا ہے۔ اگر نورانی میاں حالات کی نزاکت کا خیال رکھتے ہوئے تند و تیز بیان بازی کی راہ کو خیر باد کہہ کر اتحاد و یگانگت کیلئے کام کریں تو ہم انہیں یقین دلاتے ہیں کہ وہ ایسا کرنے سے ہیٹے نہیں ہوں گے بلکہ ان کی عزت میں کچھ اضافہ ہی ہوگا۔

امید تو نہیں ہے مگر ہاں خدا کرے

برما کے مسلمان قیامت صغریٰ سے دوچار ہیں

◉ برما کی مُسلمان بچیاں کسی محمد بن قاسم کی راہ دیکھ رہی ہیں۔

◉ اٹھارہ سال سے برما کے پاسپورٹ پر ایک مسلمان نے بھی فریضۂ حج ادا نہیں کیا۔

◉ جیل میں علماء دین کی داڑھیوں کو آگ لگا دی جاتی ہے۔

برما میں مسلمانوں پر ہونے والے حالیہ مظالم نے عالمِ اسلام کی نظریں اپنی طرف متوجہ کر لی ہیں۔ اور مختلف اسلامی تنظیمیں اس ظلم و تشدد کے انسداد کے بارے میں حکومتِ برما سے مطالبات کر رہی ہیں اور پاکستان میں مؤتمرِ عالم اسلامی کے نمائندہ نے حکومت برما سے مطالبہ کیا ہے کہ مؤتمر کو ایک تحقیقاتی ٹیم برما میں مسلمانوں کے حالات کی رپورٹ لانے کے لیے بھیجنے کی اجازت دی جائے۔ ان حالات میں مناسب رہے گا کہ موجودہ برمی حکمران طبقے اور اس کی مسلم کشی اور اسلام دشمن سرگرمیوں کا جائزہ پیش کیا جائے تاکہ پاکستان کے مسلمان برما میں رہنے والے اپنے مذہبی بھائیوں کے حق میں مبنی بر بصیرت آواز اٹھا سکیں۔

یوں تو مختلف ممالک میں مسلمان، کفار کے ظلم و تشدد کا نشانہ بن رہے ہیں اور فلسطینی مسلمانوں کی مظلومیت پوری دنیائے اسلام کی ہمدردیاں اپنی طرف کھینچے ہوئے ہے لیکن برما کے مظلوم مسلمان اس لحاظ سے انتہائی مظلوم ہیں کہ ان کی مظلومیت کا حال صحیح طور پر ابھی دیگر مسلم ممالک کو معلوم ہی نہیں۔

جب انگریز نے برما کو آزاد کیا تو چونکہ تحریکِ آزادی میں مسلمانوں کا بھی بھرپور کردار تھا اور وہ بھی بدھسٹوں کے ساتھ ساتھ انگریز کو برما سے نکالنے کے لیے کوشاں رہے اس لیے ابتدائی طور پر مسلمانوں کو عام شہری زندگی میں وہ تمام مراعات حاصل رہیں جو ایک اقلیت کو حاصل ہوتی ہیں، اور تحریک آزادی میں مسلمانوں کے بھرپور کردار کی وجہ سے حکومت کے بعض اعلیٰ مناصب پر بھی مسلمان موجود رہے، حتیٰ کہ وزارت صحت کا قلمدان کافی عرصہ مسٹر ایم۔ اے اکشیر نام ایک مسلمان کے ہاتھ میں رہا۔

۱۹۶۲ء میں جنرل کی سرکردگی میں فوجی انقلاب آیا اور اس انقلاب کے آتے ہی برمی مسلمان بدھسٹوں کے ظلم و بربریت کا نشانہ بننا شروع ہو گئے۔ جنرل نیون چونکہ کمیونسٹ ذہن رکھنے والا اسلام دشمن جرنیل تھا، اس لیے اس نے برسرِ اقتدار آتے ہی مسلمانوں کو اپنے مظالم کی چکی میں پیسنا شروع کر دیا۔

سب سے پہلا وار جو اس نے اسلامی شعائر کے مٹانے اور مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچانے کے لیے کیا وہ یہ تھا کہ مسلمانوں پر حج پہ جانے کی پابندی عائد کر دی۔

حج اور قربانی پر پابندی:

حج پر پابندی عائد کرنے کے ساتھ ساتھ برما میں قربانی کرنے کی پابندی عائد کر دی۔ چنانچہ ۱۹۶۲ء سے لے کر آج تک برما کے پاسپورٹ پر ایک شخص بھی حج بیت اللہ کے لیے نہیں جا سکا!

آج اٹھارہ سال گزر چکے ہیں کہ برما کے مسلمان اسلام کے اس اہم ترین فریضہ کی شمولیت سے محروم ہیں لیکن کسی نے آج تک ان کے حق میں آواز نہ بلند کیا۔

برما میں مسلمانوں کی آمد:

موجودہ گورنمنٹ مسلمانوں کو یہ بھی کہہ رہی ہے کہ برما کے اصل باشندے تو ہم ہیں تم تو دس بیس سال سے یہاں آئے ہو لہٰذا تم برما خالی کر دو۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ صداقت و واقفیت سے دُور کا واسطہ نہیں رکھتی۔ برما میں آٹھویں صدی عیسوی سے عرب تاجروں اور مبلغین کے ذریعہ اسلام آ چکا تھا اور اراکان صوبہ میں کئی بستیاں

بعض بزرگوں کے نام سے موسوم ہیں اور پھر شاہ شجاع کی حکومت کا دائرہ بھر اراکان تک وسیع تھا۔ اس طرح برما میں مسلمانوں کی حکومت بھی عرصہ دراز تک رہی ہے اور مسلمان برما میں سیاسی اور سماجی طور پر بارسوخ اور معزز مقام رکھتے تھے۔ مذکورہ فوجی انقلاب سے پہلے رنگون (دارالحکومت برما) سے مسلمانوں کے تین روزنامے اردو زبان میں نکلتے تھے۔ دور جدید، استقلال اور پرواز۔ لیکن انقلاب کے معدان کے ڈیکلریشن منسوخ اور پریس ضبط کر لئے گئے۔

الغرض انقلابی حکومت نے ہر طرح سے یہ کوشش کی کہ مسلمانوں کو ہر لحاظ سے پس انداز کر دیا جائے۔ انقلاب سے قبل مسلمان بچوں کے لئے اسلامیات پڑھانے کا بندوبست تھا لیکن انقلاب کے بعد اسلامیات پر پابندی لگا دی گئی۔

مسلمانوں پر حصول تعلیم کی بندش:

نہ صرف اسلامیات کو خارج از نصاب کر دیا بلکہ مسلمانوں کے بچوں کے لئے سکول، کالج میں داخل ہونے میں اسقدر مشکلات پیدا کر دی گئیں کہ مسلمانوں کے لئے اپنے بچوں کو جدید تعلیم دلوانا مشکل ہو گیا۔

ملازمت کے دروازے بند:

موجودہ حکومت سے پہلے مسلمان حسب قابلیت بعض سرکاری عہدوں پر فائز تھے موجودہ حکومت نے برسر اقتدار آتے ہی نہ صرف سابقہ مسلمان سرکاری ملازمین کو برطرف کر دیا، بلکہ آئندہ کے لئے مسلمانوں کے واسطے سرکاری ملازمت کے دروازے بھی بند کر دیئے گئے۔ اور اس وقت پورے برما میں کسی سرکاری عہدے پر ایک مسلمان بھی ملازم نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ اگر کسی مسلمان کو کوئی ملازمت مل سکتی ہے تو وہ یہ کہ اسے ڈاکیا بنا دیا جائیگا لیکن اپنے دیہات میں۔

مذہب پر ڈاکہ:

اقتصادی طور پر اور معاشی لحاظ سے مسلمانوں کو بالکل مفلوج کرنے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے مذہب پر دن دہاڑے ڈاکہ ڈالا جا رہا ہے۔ مسلمانوں کے سارے پریس ضبط ہو چکے ہیں۔ اور برما میں قرآن مجید کی اشاعت پر مکمل پابندی ہے اور دینی موضوع پر معمولی سے معمولی پمفلٹ تک شائع نہیں کیا جا سکتا۔ مختصر یہ کہ مسلمانوں کو ہر لحاظ سے پس پشت ڈال دیا گیا ہے اور ان پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا گیا ہے۔

اس ترقی یافتہ دور میں ہر چیز ترقی کر چکی ہے۔ اگر روشنی کی چکا چوند آنکھوں کو چندھیا دینے کی حشر سامانیاں رکھتی ہے تو تاریکی بھی اسقدر تیز ہے جو چراغوں سے مات نہیں کھاتی۔

ظلم وتشدد اور ناانصافی وحق تلفی کی سینکڑوں مثالیں ہمارے سامنے تاریخ کے بکھرے ہوئے اوراق میں آتی ہیں لیکن موجودہ دور میں جبکہ پوری دنیا انسانی حقوق کے تحفظ کا رونا رو رہی ہے برما کے مسلمان اسقدر زبوں حالی اور کسمپرسی کا شکار ہیں کہ الامان والحفیظ۔

آپ نے تھائی لینڈ اور فلپائن کی تحریک ہائے آزادی کے بارے میں ضرور پڑھا ہوگا لیکن برما کے مسلمان اس لحاظ سے بہت مظلوم ہیں کہ انہیں اپنے حالات کسی اور کے سامنے رکھنے کے لئے موقع ہی نہیں فراہم کیا جاتا۔

ایک شہر سے دوسرے شہر جانے پر پابندی:

آپ کے لئے یہ بات نہایت تعجب انگیز ہوگی کہ جس طرح آپ ایک شہر سے دوسرے شہر جانے کی فطری آزادی کو ہر ملک میں استعمال کر سکتے ہیں۔ برما کا مسلمان اس پیدائشی اور فطری حق سے بھی محروم ہے۔ برما کے مسلمان پر مکمل پابندی ہے کہ وہ ساری عمر اپنے ملک کے دارالحکومت رنگون میں قدم نہیں رکھ سکتا۔ اور اگر ایک شہر سے کسی اور شہر جانا ہو تو متعلقہ حکام سے اجازت لینا ضروری ہوتا ہے جس کی درخواست ہفتہ، دو ہفتے پہلے دینی پڑتی ہے۔ وہ بھی بھاری رشوت کے بعد منظور ہو جائے تو زہے نصیب ورنہ لب کشائی کی اجازت نہیں۔

اس موقع پر ہم انسانی حقوق کی بین الاقوامی تنظیموں سے یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہیں کہ آخر کون سی مصلحت آپ کے ہونٹوں پر تالہ لگائے ہوئے ہے کہ آپ بری حکومت سے دو لفظی احتجاج بھی نہ کر سکے؟ کیا صرف اس لئے کہ مظلوم، مذہب اسلام سے تعلق رکھتے ہیں؟

ظلم وستم کی بدترین مثال:

برما میں مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کی تفصیل تو انشاء اللہ کسی اور موقع پر ہم پیش کریں گے۔ یہاں متعصب حکومت کی انتہائی سفاکانہ و بہیمانہ کارکردگی کا ذکر کرتے ہیں۔

معاشی اعتبار سے مسلمانوں کو مفلوج کرنے

مسلمانوں پر رنگون میں داخل ہونے کی مکمل پابندی ہے اور ایک شہر سے دوسرے شہر جانے کے لئے حکومت سے اجازت نامہ لینا پڑتا ہے جو بھاری رشوت کے بعد بھی بمشکل ملتا ہے

کے علاوہ مسلمانوں کو اپنے علاقوں میں ایک گونہ نظر بند کر دیا گیا (کہ ان پر نقل مکان کی پابندی ہے اور قید اُسی کا نام ہے) تو اس پر بھی اسلام دشمن گورنمنٹ کو صبر نہ آیا۔ اب مسلمانوں کو تنگ کرنے کا ایک نیا طریقہ ڈھونڈا۔ وہ یہ کہ راتوں کو برمی امیگریشن مسلم بستیوں کا محاصرہ کر لیتی ہے اور تمام اہالیانِ بستی کے شناختی کارڈ چھین لیتی ہے (یاد رہے کہ برمی امیگریشن برمی حکومت کا ایک با اختیار محکمہ ہے جو کسی بھی وقت شناختی کارڈ چیک کر سکتا ہے چنانچہ اس اختیار کو مسلم آزادی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے) پھر صبح کو امیگریشن کی دوسری پارٹی آتی ہے اور بستی والوں سے کارڈ مانگتی ہے۔ بستی والے جب بتلاتے ہیں کہ امیگریشن کا عملہ رات کو ہمارے کارڈ لے گیا ہے تو وہ انہیں رائفلوں کے بٹ مار مار کر بستی سے باہر نکال کر گوداموں اور جیلوں میں بند کر دیتے ہیں۔ ان حصار گاہوں میں مسلمانوں کو بھوکا پیاسا رکھا جاتا ہے۔ نوجوان لڑکیوں کی عصمت دری کی جاتی ہے۔ مردوں کو قتل کر دیا جاتا ہے اور علماء دین سے خصوصاً اہانت آمیز سلوک کا برتاؤ کیا جاتا ہے۔ علماء کی داڑھیوں میں آگ لگا دی جاتی ہے۔

برما کی مسلم بچیاں کسی محمد بن قاسم کی راہ تک رہی ہیں۔ وہاں کے مظلوموں کی نگاہیں اب مسلمانوں کی طرف اٹھی ہوئی ہیں جن پر سورج امن و عافیت کا پیام لے کر طلوع ہوتا ہے اور مسرت و ابتہاج کی مسکراہٹیں بکھیرتا ہوا غروب ہوتا ہے لیکن یہی سورج نہ تو امن کا پیام لے کر وہاں کے مظلوموں پر طلوع ہوتا ہے، نہ ہی مسرت کے نغمے بکھیرتے ہوئے غروب ہوتا ہے۔ (باقی آئندہ)

بقیہ: ملتان کی ڈائری

بندہ مانگ کیا مانگتا ہے؟

بندہ جواب دیتا ہے تیری رحمت مانگتا ہوں۔

اس مختصر سے خطاب کے بعد حضرت نے دعا فرمائی اور جنازہ اٹھایا گیا۔ لانگے خاں باغ میں جب قائدین محترم پہنچے تو لوگوں کا ہجوم گرد جمع ہو گیا۔ نماز جنازہ حضرت درخواستی نے پڑھائی اور آبائی قبرستان میں جسم سپرد خاک کر دیا گیا۔ موت عالم موت عالم ہے ——— جہان والو سنو!

مفتی محمود ٹبہ سلطان پور میں:

ایک دن قبل بروز جمعہ حضرت مفتی صاحب ٹبہ سلطان پور تشریف لے گئے۔ ٹبہ میں مولانا فضل خالق صاحب بہت با صلاحیت آدمی ہیں۔ قصبہ میں ان کا اثر و رسوخ اللہ کے فضل سے بہت ہے۔

مفتی صاحب کے آرام کی خاطر قیام اسی جگہ تھا جسے ایئر کولر سے ٹھنڈا رکھا گیا نظم و ضبط کا بہت خیال رکھا گیا۔ ملاقاتیوں کا ایک گروپ ہوا۔ تبادلہ خیال ہوا، زیارت کی اور پھر جگہ چھوڑ دی۔ ملاقاتیوں کا دوسرا گروپ آیا اور اس نے بھی استفادہ فرمایا۔ اس طرح سب نے مل بھی لیا اور رش بھی نہ پڑا۔

مصافحہ سے احتیاط:

مصافحہ سنت ہے اور مسلمان بڑے کھلے دل سے اس سنت پر عمل کرتے ہیں۔ ہر شخص ایک دفعہ مسلمان سے مصافحہ کرتا مگر جناب کو ہزاروں سے مصافحہ کرنا پڑتا ہے اس طرح تندرست آدمی بھی تھک جاتا ہے۔

الحمد للہ حضرت مفتی صاحب کی صحت اب قدرے اچھی ہے مگر اس لائق بھی نہیں کہ سفر بھی کریں اور مصافحہ بھی ہزاروں سے کریں۔ مولانا فضل خالق صاحب نے روایت قائم کی کہ احباب کو سختی سے روک دیا۔ اس طرح سب لوگ ملے، سب نے زیارت کی۔ حال معلوم کیا، سوالات کئے مگر حضرت مفتی صاحب مصافحہ پریڈ سے محفوظ رہے۔ جماعتی احباب کو اس روایت کو اپنانا چاہیئے۔

مصافحہ کے بھی آداب ہیں۔ ضروری نہیں کہ ساری مجلس سے مصافحہ کیا جائے۔ بس صرف میر مجلس سے مصافحہ بھی سب سے مصافحہ کے مترادف ہے۔ مگر ہمارے ہاں یہ نہیں دیکھا جاتا کہ بڑی تڑی مجالس میں خاصی تکلیف دہ صورت میں بھی سب سے مصافحہ کیا جاتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی نہیں دیکھا جاتا کہ جس سے مصافحہ کیا جاتا ہے مریض ہے۔ بار بار ہاتھ ملانے سے تھکاوٹ ہوتی ہے۔

احباب جمعیۃ کو ایسی باتوں کی تربیت کارکنوں کو دینی چاہیئے۔ جمعہ میں خطاب کرتے ہوئے مفتی صاحب نے فرمایا کہ پاکستان تو بنا ہی اس لئے ہے کہ اس خطہ زمین پر اللہ کی حکومت ہو گی مگر ۳۰-۳۱ سال ہو گئے۔ ہم اپنے بنیادی نظریہ کو عملی جامہ نہیں پہنا سکے۔ اگر آج کے حکمرانوں نے بھی عملاً اسلام نافذ نہ کیا تو اس کے نتائج بہت ہولناک ہوں گے۔ ملک کی سالمیت تحفظ اور بقاء کا تقاضہ بھی یہ ہے کہ ہم زندگی کے ہر شعبہ میں اسلام کو اپنائیں اور قانون کو شریعت کے مطابق بنایا جائے۔ ہمارے اقتصادی مسائل ہوں یا معاشی سب کا حل یہ ہے کہ ہم اسلامی تعلیمات کو اپنائیں۔

علاقائی مسائل:

علاقہ کے لوگ مختلف وفود میں حضرت مفتی صاحب سے ملے۔ شہر کے لوگوں نے ٹبہ سلطان پور کو ٹاؤن کمیٹی کا درجہ دیئے جانے کا مطالبہ پیش کیا۔ لوگوں نے بتایا کہ بھٹو حکومت نے جننگ فیکٹریوں کو قومی ملکیت میں لیا تھا تو لوگوں کا روپیہ مل اونروں کی طرف رک گیا تھا۔ اب تک ستر لاکھ روپے رکے ہوئے ہیں۔ لوگوں نے مطالبہ کیا کہ مفتی صاحب مداخلت کر کے یہ رقم دلائیں۔

حکومت کی ذمہ داری ہے کہ جب جننگ فیکٹریاں مالکان کو واپس ہو گئی ہیں تو کاشتکاروں اور زمینداروں کی یہ رقم بھی سرکاری طور پر واپس دلائی جائے۔ واپسی پر قومی و صوبائی اسمبلی کے امیدوار قومی اتحاد میاں محمد رفیق اور امین خان کانجو ملتان تک آئے۔

مفتی صاحب مدرسہ خیر المدارس گئے اور مولانا خیر محمد اور مولانا محمد علی جالندھری کے مزارات پر دعا کی۔ مفتی عبداللہ کے بھائی عبدالعزیز کا انتقال گذشتہ دنوں ہو گیا۔ ان کے گھر جا کر دعا کی۔

محمد زاہد بلند شہری



یہ مسئلہ عوام کا ہے

ہمارے تعلیمی ادارے اور ان کا معیار تعلیم



۱۹۷۸ء میں نیا تعلیمی سال شروع ہوتے ہی سکولوں میں داخلے کا پرانا مسئلہ پھر سے تازہ ہوگیا۔ اس بار یہ مسئلہ پہلے کی نسبت زیادہ شدت سے ہمارے سامنے آیا۔ اس مسئلہ کی اصل وجہ تعلیمی اداروں میں طلباء کی ضرورت سے زائد تعداد اور مزید گنجائش کا فقدان ہے حد تو یہ ہے کہ پرائمری سکولوں کی ایک ایک جماعت میں ساٹھ اور ستر تک کے درمیان بچے زیر تعلیم ہیں۔ بچوں کی تعداد زیادہ ہونے کے باعث ایک استاد تمام بچوں کو توجہ سے تعلیم نہیں دے پاتا اور یوں بچوں کی تعلیم استاد کی عدم توجہی کا شکار ہو جاتی ہے۔ اس طرح سکول سے پڑھ کر نکلنے والا بچہ اس معیار پر پورا نہیں اترتا جس معیار اور درجے کی کامیابی کا اسے سرٹیفکیٹ دیا جاتا ہے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق صوبہ پنجاب میں اس وقت چالیس سے پینتالیس لاکھ تک طلباء اور بیس سے پچیس لاکھ کے درمیان طالبات زیر تعلیم ہیں۔ یہ تعداد صرف پرائمری اور درجہ ثانیہ کے طالب علموں کی ہے جبکہ یونیورسٹی اور کالجوں کی سطح پر تعلیم حاصل کرنے والے طلباء کی تعداد افسوسناک حد تک کم ہے۔

موجودہ پرائمری اور ہائی سکولوں میں اتنی گنجائش نہیں کہ مزید طالب علم داخل ہو سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ سفارش اور رشوت کو تقویت پہنچتی ہے۔ سکولوں میں جگہ کی کمی کے باعث ہزاروں بچے ہر سال تعلیم سے محروم رہ جاتے ہیں۔ اسی خدشے کے پیش نظر وہ والدین جن کے بچے ابھی ایک اور دو سال کی عمروں کے درمیان ہیں، نے اپنے بچوں کو مستقبل میں داخلے کی پریشانی سے بچنے کے لئے ابھی سے پیشگی نام کا اندراج کرا دیا ہے۔ سکولوں میں جگہ کی کمی کے باوجود والدین کے تعلیم کی طرف روز افزوں بڑھتے ہوئے رجحان کے باعث بچوں کے والدین چاہتے ہیں کہ ان کے بچے تعلیم سے محروم نہ رہیں۔ گو کہ یہ خواہش اور یہ رجحان قوم و ملک کے لئے خوش آئند ہے اس سے آئندہ چند سالوں میں ناخواندگی کا تناسب کم کرنے میں خاطر خواہ مدد ملے گی مگر مسئلہ یہ ہے کہ ابتدا ہی سے سرکاری سطح پر قائم شدہ سکولوں کی حالت زار پہلے ہی ناگفتہ بہ ہے۔ ان میں سے اکثر کی عمارات مخدوش حالت میں ہیں۔ برسات کے موسم میں چھتوں سے پانی ٹپکتا ہے اور کئی چھتیں گرنے کے قریب ہیں۔ کئی سکولوں کی چھتیں اوقات تعلیم ہی میں گر گئی ہیں۔ حال ہی میں تین سکولوں کے کمروں کی چھتیں گر گئیں جس سے متعدد بچے ہلاک و شدید زخمی ہو گئے۔ اسی ڈر سے بعض سکولوں میں بچے سخت گرمی میں دھوپ میں نیچے بیٹھ کر پڑھنے پر مجبور ہیں اور بارش کے ایام میں ان سکولوں میں بچوں کو رخصت دے دی جاتی ہے۔ اس وقت موجودہ سکولوں میں اکثریت ان سکولوں کی ہے جو بھٹو دور میں قومیائے جانے سے قبل نجی اداروں، تنظیموں یا افراد کے زیر انتظام چلتے تھے۔

دریں اثنا صرف لاہور شہر میں ۷۰ سکول ایسے ہیں جو کرائے کی عمارات میں قائم ہیں جو نہایت مختصر اور قدیم عمارتیں ہیں جن میں کوئی

تعلیمی اداروں کے قومیائے جانے کے بعد تعلیمی معیار گھٹ گیا ہے؟

تعلیمی ادارہ تو کیا رہائش کے لئے بھی استعمال
نہیں کیا جانا چاہیئے۔ اور پھر اس پر طرہ یہ کہ ان
کرائے کی عمارات کو خالی کروانے کے لئے ان
کے اصل مالکان نے مقدمات دائر کئے ہوئے
ہیں۔ ان تعلیمی اداروں میں زیر تعلیم طلباء و طالبات
۳۵ ہزار کے لگ بھگ ہیں جبکہ اس سے قبل کرائے
کی عمارات سے جو عدالتی کارروائی سے خالی کرائی
گئی ہیں چھ ہزار طلباء و طالبات متاثر ہوئے ہیں۔
یہ مسئلہ صرف لاہور شہر ہی میں درپیش نہیں ہے
بلکہ ملک کے بیشتر علاقوں میں کم و بیش یہی صورت حال
ہے۔ قومیائے جانے سے قبل ان تعلیمی اداروں
کو جو انجمنیں اور ادارے چلا رہے تھے اکثر
اداروں نے متعدد سے چند سکولوں کی عمارات

ترقی کی ہے یا ان سے ناخواندگی کم کرنے میں
کس حد تک مدد ملی ہے۔

ملک میں خواندگی کا تناسب دنیا کے
دوسرے ترقی پذیر ملکوں کی نسبت بہت کم ہے۔
حالانکہ ملک میں ابتدائی اور ثانوی درجہ تک کی
تعلیم کو فروغ دینے کے لئے گذشتہ کئی سال
سے حکومتی سطح پر کوششیں کی جا رہی ہیں۔ گو کہ
پاکستان کی آزادی کے بعد ابتدائی سالوں میں
ناخواندگی کا جو تناسب تھا اس میں کسی حد تک
قدرے کمی آئی ہے لیکن پھر بھی یہ تناسب کسی
بھی ترقی پذیر ملک کے لئے خوش آئند
نہیں ہے۔ موجودہ دور میں خواندہ افراد کی
اہمیت اپنی جگہ مسلّم ہے لیکن پاکستان میں خواندگی

سکولوں میں داخل ہونے کی طرف راغب کریں
اس سلسلے میں حکومت ہر دیہات کے زمیندار
حضرات سے مناسب زمین اور اس پر تعمیر
کرنے کے لئے تعمیراتی میٹریل لے اور تعمیرات
کے اخراجات حکومت خود برداشت کرے
اس طرح حکومت کے خزانے پر بھی بوجھ
نہیں پڑے گا اور ملک میں خواندگی کے تناسب
کو بڑھانے میں خاطر خواہ مدد ملے گی۔ یہ سلسلہ
بڑا پر اثر اور مفید ثابت ہوگا۔ صرف ٹیلی ویژن
پر تعلیم بالغان دینے سے بات نہیں بن سکتی
کیونکہ بعض دیہات میں ابھی تک بجلی نہیں پہنچی۔
دیہات میں رہنے والی اکثریت غربت کی وجہ سے
ٹیلی ویژن جیسی لگژری قسم کی چیز خریدنے کی

۳۶،۰۰۰
کرائے کی عمارتوں میں قائم تعلیمی اداروں میں ۳۶ ہزار طالب علم زیر تعلیم ہیں۔

اپنے خرچ پر تعمیر کرائی تھیں، البتہ اکثر سکول
کرائے کی عمارات میں چلائے جا رہے تھے۔
قومیائے جانے کے عمل کے بعد ہونا تو یہ چاہیئے
تھا کہ ان سکولوں کے لئے بتدریج سرکاری عمارات
تعمیر کی جاتیں۔ اس کے لئے حکومت اور علاقے
کے مخیر حضرات مل کر اس سلسلے میں پیش رفت
کرتے تو آج یہ نوبت نہ آتی۔ ان سکولوں میں سے
بعض سکولوں میں بہت کم تعداد میں طلباء
زیر تعلیم ہیں۔ اگر طلباء کی کم تعداد والے دو تین
سکولوں کو ایک سکول بنا کر ان کے لئے ایک
ہی عمارت مخصوص کر دی جائے تو یہ بہتر رہیگا۔
اکثر آبادی والے علاقوں میں جہاں طلباء و
طالبات میٹرک پاس کرنے کے بعد اعلیٰ
تعلیم کے لئے دوسرے شہروں کا رخ کرتے ہیں،
کوئی کالج نہیں ہے۔ ان علاقوں کے طلباء و طالبات
کسی نہ کسی طرح دوسرے شہروں میں مجبوری کے
تحت تعلیم حاصل کرنے جاتے ہیں مگر بعض طلباء و
طالبات اتنے اخراجات کے متحمل نہیں ہوتے
اور یوں وہ مزید تعلیم حاصل کرنے سے محروم
رہتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ان تمام نجی اور
[illegible]کاری تعلیمی اداروں نے تعلیمی میدان میں کیا

کے تناسب میں کمی کے حکومتی اداروں کے
ساتھ بچوں کے والدین اور مخیر حضرات بھی
برابر کے ذمہ دار ہیں۔

ملک کی ۸۳ فی صد آبادی دیہات میں
ہونے کے باعث جہالت کا خاتمہ اتنی جلدی ممکن
نہیں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ملک میں
ابلاغ عامہ اور ذرائع نشر و اشاعت دیہات
کے رہنے والوں میں تعلیمی شعور پیدا کریں تاکہ دیہی
علاقوں کے رہنے والے اپنے بچوں کو تعلیم سے
روشناس کرانے کے لئے اپنے آپ کو تیار کر
سکیں۔ اس سلسلے میں ذرائع نشر و اشاعت
اور ابلاغ عامہ ایک وسیع تر جامع بنیادوں
پر مستقل اہمیت کا پروگرام شروع کریں۔

علاوہ ازیں نہ صرف ابلاغ عامہ یہ کام
کرے بلکہ حکومتی اور نجی سطح پر بھی باہمی تعاون
سے دیہات میں چھوٹے چھوٹے پرائمری سطح
کے تعلیم بالغان طرز کے ادارے قائم کئے جائیں
جہاں دیہات کے پڑھے لکھے لوگ فارغ وقت میں
اپنے دیہاتوں میں عوام کی خدمت کے تحت
تعلیم بالغان دیں۔ اور دیہات کے بچوں کو
تعلیم سے روشناس کراتے ہوئے انہیں

استطاعت نہیں رکھتی۔ ٹیلی ویژن سے تعلیم بالغاں
کا سلسلہ یورپ کے ترقی یافتہ ممالک میں تو
سودمند ثابت ہو سکتا ہے لیکن پاکستان جیسے
پسماندہ اور غریب ملک میں اس سلسلے کو پذیرائی
حاصل نہیں ہو سکتی۔

اب ہمیں تعلیمی اداروں کے قومیائے جانے
سے قبل اور قومیائے جانے کے بعد کا موازنہ
کرنا ہے۔ جب تک ان تنظیموں اور اداروں کے
تحت چلتے رہے نہ صرف عمارات (خواہ کرائے پر
تھی یا اپنی تعمیر کردہ) اچھی تھی بلکہ تعلیم کا معیار
موجودہ معیار کی نسبت قدرے بلند تھا۔ چونکہ
ان اسکولوں میں طالبعلموں سے باقاعدہ فیس وصول
کی جاتی تھی اس وجہ سے اساتذہ کرام طلباء کو
پڑھانے میں خصوصی دلچسپی لیتے تھے۔ علاوہ فیس
کے حکومت بھی ان تعلیمی اداروں کو کچھ نہ کچھ امداد
کے طور پر دیتی تھی۔ اب جبکہ یہ سکول قومیا
لئے گئے ہیں۔ تعلیم کو عام کرنے کی غرض سے فیس
بھی ثانوی درجہ تک ختم کر دی گئی ہے، اور
سکول کے اساتذہ کی تنخواہیں، عمارات کی ٹوٹ
پھوٹ، فرنیچر کی فراہمی، کھیلوں اور سائنس کے
آلات کی سہولتیں، پہلی جماعت کے بچوں کو

ملحدانہ نظریات کا پرچار کرنے والے اساتذہ کو فوراً ملازمت سے برطرف کر دیا جائے

ابتدائی قاعدے کی مفت فراہمی، غرض کہ تمام تر تعلیمی انتظام حکومت کے ہاتھ میں آنے کے بعد ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ تعلیمی اداروں کی حالت مزید بہتر ہوتی، تعلیمی معیار اور تعلیمی استعداد میں اضافہ ہوتا، معاملہ اس کے برعکس ہوگیا۔ سکولوں میں طلباء کی تعداد زائد ہونے کے باعث ایک استاد ہر طالبعلم پر فرداً فرداً توجہ نہیں دے سکتا اور دوسرے یہ کہ اساتذہ نے جب دیکھا کہ وہ سرکاری ملازم ہیں، کام تھوڑا کریں، زیادہ کریں یا بالکل ہی نہ کریں تنخواہ تو بہرحال ملنی ہے انہوں نے طلباء کو پڑھانے میں لیت و لعل سے کام لینا شروع کر دیا۔ اکثر سکولوں میں خصوصاً طالبات کے سکولوں میں یہ دیکھا گیا ہے بچے جماعتوں میں فارغ بیٹھے شور و غل کرتے ہیں جبکہ خاتون اساتذہ طالبات سے بے فکر نجی گفتگو میں مصروف رہتی ہیں اور بعض ٹیچر ہر ماہ کئی کئی دن کی حادثاتی چھٹیاں لیتی ہیں یوں طالبعلموں کی تعلیم کا ضیاع ہوتا ہے۔ چونکہ سرکاری سطح پر تمام تعلیمی اداروں میں ثانوی درجہ تک تعلیم عام کرنے کے لیے تعلیم دینے کی اجرت ختم کر دی گئی ہے اس لیے طالب علموں کے لئے صرف سکول وردی اور تعلیمی نصاب کی کتابوں کے اخراجات ہیں مگر افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ سکولوں میں فیسوں کے ختم ہونے کے باعث اب روپیہ بٹورنے کے لیے مختلف طریق پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اساتذہ کرام نے طالب علموں سے آئے دن نت نئے مطالبات شروع کر دیئے ہیں۔ بچوں سے کسی تقریب کے انعقاد، کبھی تفریح، کبھی ریڈ کریسنٹ سوسائٹی کے نام پر اور کبھی سکول میں معمولی ٹوٹ پھوٹ درست کروانے کے بہانے ایک روپیہ سے پانچ روپے تک طلب کئے جاتے ہیں۔ بعض والدین ان فالتو اخراجات کو پورا کرنے کی مطلق سکت نہیں رکھتے۔ بچوں کے انکار پر بچوں کے ساتھ مار پیٹ اور زیادتی کی جاتی ہے اور سکول سے خارج تک کرنے کی دھمکیاں دی جاتی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے غریب بچوں کے والدین گھر کے ضروری اخراجات میں کمی کر کے ان ناجائز مطالبات کو پورا کرنے پر مجبور ہوتے ہیں اس طرف بھی حکومت کو خصوصی توجہ دینی چاہیئے۔

● **دوسری** طرف جب ہم موجودہ دور کے اساتذہ کرام کی استعداد کار اور تعلیمی استعداد کی طرف دیکھتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ ماضی میں سفارش اور رشوت کی بنیاد پر بھرتی کئے گئے اساتذہ کرام کی خود تعلیمی استعداد اتنی نہیں کہ وہ اپنے تعلیمی معیار کے کسی سوال کا خاطر خواہ جواب دے سکیں۔

جب اساتذہ کا حال یہ ہو تو ان کے ماتحت پڑھنے والے طلباء و طالبات کی تعلیمی استعداد کا اندازہ خود لگا سکتے ہیں۔

● **لاہور** کے متعدد سکولوں میں ابتدائی درجہ کی جماعتوں میں ابھی داخلے کی خاصی گنجائش موجود ہے مگر ان سکولوں کے ہیڈ ماسٹر اور ہیڈ مسٹریس نئے داخل ہونے والے طلباء کو مقابلے کے امتحان میں کامیابی کے بجائے رشوت اور سفارش کی بنیاد پر داخل کر رہے ہیں۔ اس کی تازہ ترین مثال گورنمنٹ سنٹرل ماڈل سکول سمن آباد اور لوئر مال ہیں۔ سمن آباد میں مقابلے کے امتحان کے لیے تقریباً آٹھ سو طلباء تھے۔ اس مقابلے میں ۸۰۰ میں سے صرف ۱۵۰ کے قریب طلباء کو داخلے کا حق دیا گیا اور ان ۱۵۰ طلباء میں سے ۹۰ فی صد ایسے ہیں جو براہ راست محکمہ تعلیم پنجاب یا اس نوع کے کسی سرکاری محکمے کے بڑے سربراہ کی سفارش پر داخل ہوئے ہیں۔ کیا ایسا ممکن ہے کہ ۸۰۰ میں سے ۱۰۰ یا ۱۵۰ طلباء ہی قابل ہوں؟

میں ان اور اس نوع کے اور تعلیمی اداروں کے سربراہوں سے پوچھ سکتا ہوں کہ کیا ان طالبعلموں کو جو کسی کی سفارش نہیں لا سکتے اور نہ اتنی بھاری رشوت دے سکتے ہیں تعلیم حاصل کرنے کا حق نہیں ہے؟ طالبات کے سکولوں میں بھی داخلے کے لئے انہیں پر پیچ راستوں سے گزرنا پڑتا ہے بعض اوقات مصیبتیں جھیلنے کے باوجود داخلہ نہیں ملتا۔

● ہمارے ایک کرمفرما کو اپنی بچی شاہ عالم مارکیٹ کے فارمن ہائی سکول فار گرلز میں داخلہ کروانا مقصود تھی۔ ہیڈ مسٹریس نے کہا کہ "آپ کی اس سے پیشتر جو دو بچیاں زیر تعلیم ہیں، انہیں بھی اس سکول سے اٹھا لیجئے"۔ ہیڈ مسٹریس کا طرز تکلم اور بچوں کے والدین سے طرز عمل نہایت گھٹیا ہے۔ ہیڈ مسٹریس کے دیگر کردار کے متعلق مزید معلومات تو بچوں کے والدین اور سکول کے ہمسائے ہی مہیا کر سکتے ہیں۔

حکومت کو چاہیئے کہ سکولوں کے اساتذہ کرام کے لئے ایک ضابطہ اخلاق تیار کرے تاکہ تمام اساتذہ اس کے پابند ہو کر بچوں کے والدین و سرپرست سے بداخلاقی سے پیش نہ آسکیں۔ نیز یہ کہ تمام سکولوں میں شام کی شفٹیں شروع کی جائیں تاکہ دیگر بچوں کو بھی تعلیم حاصل کرنے کے مواقع مل سکیں۔ اس طرح عمارت کا خرچ بچ جائیگا صرف عملے کے اخراجات برداشت کرنا پڑیں گے۔ جن علاقوں میں سکول بالکل نہیں ہیں یا کم تعداد میں ہیں وہاں نئے سکول قائم کرنے کے لیے مخیر حضرات کا تعاون حاصل کیا جائے۔

● سرکاری سکولوں کی عمارات کی مرمت اور دیکھ بھال کے لیے خصوصی توجہ دی جائے اساتذہ کی تنخواہوں میں مزید اضافہ فوری طور پر بند کر دیا جائے۔ ایسے تمام اساتذہ کو جو ایسی

بقیہ صفحہ ۲۹ پر



م-ا- ملتانی

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب کا بصیرت افروز خطاب



تعلقات استوار ہو جائیں گے۔ اس تعمیل کی وجہ سے اللہ سے بھی تعلق پیدا ہوگا مگر حقیقتاً وہ تعلق ہے مخلوق کے ساتھ۔

اس واسطے رابطہ بندہ کا اللہ سے بغیر نماز کے قائم نہیں ہو سکتا۔ اگر نماز میں قصور ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا رابطہ حق تعالےٰ سے قائم نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اگر (نماز میں) دوسرا خیال لاتا ہے ادھر ادھر دیکھنے لگا حق تعالےٰ فرماتے ہیں کہ میرے ہوتے ہوئے غیر کی طرف توجہ کرتا ہے تجھے حیا نہیں آتی، اگر متنبہ ہو گیا بندہ تو پھر تعلق قائم ہو جاتا ہے نہ ہوا تو پھر خود بے رخ بن جاتے ہیں۔ توجہ ہٹا لیتے ہیں۔ اٹھک بیٹھک رہ جاتی ہے تو نماز سے ہی فی الحقیقت رابطہ قائم ہوتا ہے۔

نماز سے دیدار خداوندی کی استعداد:

اسی لئے حدیث میں فرمایا گیا تمام نمازوں کے بارے میں اور خصوصیت سے صبح اور عصر کی نمازوں میں کہ ان دونوں سے استعداد پیدا ہوتی ہے دیدار خداوندی کی۔ نماز ہی سے اللہ کو دیکھنے کی صلاحیت بندہ میں آتی ہے۔ عمر بھر نماز پڑھتا رہے گا تو ابتداءً عقیدے کی آنکھ سے دیکھے گا، پھر تصور کی آنکھ سے دیکھے گا پھر کشف کی آنکھ سے اور پھر ایک وقت آئے گا کہ آخرت میں کہ اس آنکھ سے بھی دیکھ سکے گا۔ تو مقصود اصلی عبادت معبود کو دیکھنا اور اس کا قرب حاصل کرنا ہے اور یہ صرف نماز سے ممکن ہے تو حقیقی عبادت نماز ہی ہے۔

روح خداوندی ہر بندہ میں ہے:

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ حق تعالےٰ نے قرآن کریم کو اپنی روح فرمایا، اس روح کے اندر یہ عبادات ہی تو شامل ہیں۔ تعمیل ارشاد ہی اس کی روح ہے فی الحقیقت۔ بندے میں اللہ نے قرآن کی روح ڈال دی تاکہ اس میں بندگی پیدا ہو اور اللہ کی معبودیت ظاہر ہو۔ وکذٰلک اوحینا الیک روحاً من امرنا۔ اے پیغمبر! عالم امر کی روح ہم نے آپ میں ڈال دی اور حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی جوتیوں کے صدقے سے وہ روح ہم تک بھی پہنچ گئی۔ ہمارے اندر بھی وہ روح ہے ہم اس روح کو نکال دیں گے ضعیف بن جائیں گے۔ اس روح کو داخل رکھیں گے قوی رہیں گے، تو قوت کی علامت اس روح کی برقراری ہے اور ضعف کی علامت اس روح کا نکل جانا ہے۔

آج عالم میں مسلم اقوام کیوں پریشان ہیں:

مرض — اور — علاج

دُنیا میں مسلمان شکایت کرتے ہیں کہ ہمیں فلاں قوم نے تباہ کر دیا۔ فلاں قوم نے اپنی مکاریوں سے ہمیں پریشان کر دیا۔ ہماری جائیدادیں ختم کر دیں۔ ہمارے جان و مال کو ختم کر دیا۔ میں کہتا ہوں یہ شکایت بالکل غلط ہے۔ شکایت کفّار کو ہونی چاہیئے کہ تمہاری ناہنجاری سے ہم بدعنوان بن گئے۔ اگر تم صحیح معنوں میں اپنے دین پر قائم رہتے تو ہم تمہاری ٹھوکروں کے نیچے رہتے ہم تمہاری اتباع کرتے لیکن جب تم ہی اپنے نہج پر نہیں ہو تو ہم سے کیا توقع رکھتے ہو کہ ہم تمہاری پیروی کریں یا پابندی کریں۔

تو حقیقت میں شکوہ ہے مسلمانوں کا مسلمانوں کو حق نہیں ہے غیر اقوام سے شکوہ کرنے کا۔ مسلمان آیا تھا دنیا کی اقوام کو درست کرنے کے لئے۔ اس کو امام اقوام بنایا گیا تو امام ہی کا وضو نہ ہو تو کیا مقتدیوں کی نماز ہو جائے گی؟ جب امام میں حدث پیدا ہو گیا، ظاہر اور باطن میں ناپاکی پیدا ہو گئی تو اقوام کیوں اس کی اقتدا کریں گی اور کیوں کر اس کی پیروی کریں؟

اس لئے کہ وہ قوت اس نے ختم کر دی جو غالب اور قاہر تھی اقوام پر۔ وہ روح ہوا کی طرح بھری ہوئی تھی۔ جب تک وہ ہے، مسلمان قوی ہے، وہ نکل گئی مسلمان ضعیف ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ گیند ہے اس

ہیں ہوا بھری ہوئی ہے۔ آپ اسے اگر زمین پر پٹخ دیں تو گرد اُکھا کے دس گز اوپر جاتی ہے نیچا نہیں دکھیتی۔ جتنا پٹخیں گے اوپر جائے گی۔ اسی لئے کہ ہوا بھری ہوئی ہے اس میں۔ اور اگر اس میں سوئی چبھادیں ہوا نکل جائے گی، تو جہاں ڈالیں گے وہیں پڑی رہ جائے گی۔ اس کو آپ پیروں سے پامال کردیں وہ اٹھنے کا نام نہیں لے گی اس لئے کہ روح نکل گئی

روح اسلامی نکلنے سے مسلمانوں کا انجام:

تو مسلمانوں کی روح قرآن کریم ہے۔ اقوام کی یہ مجال نہیں کہ اس کو دبائیں۔ دبائیں گے پٹخ دیں گے نیچے تو یہ دس گز اوپر جائے گا، اور اوپر ہی کو جائے گا الحق یعلو ولا یعلی (حق غالب ہوتا ہے مغلوب نہیں ہوتا) لیکن یہ روح نہیں ہوگی تو جہاں ڈالیں گے وہیں پڑا رہ جائے گا۔ تو آج اگر مسلمان پامال ہو رہے ہیں تو نہ اس لئے کہ کفار میں جان ہے اس لئے کہ تم بے جان ہو گئے۔ جو روح تھی وہ نکال باہر کی۔ تو روح نکل جانے کے بعد آدمی لاشہ بن جاتا ہے۔ لاشہ کے لئے ہر انسان کا پہلا فرض ہوتا ہے۔ اس کو جلا دے یا دبا دے یا اسے دفن کرے (الغرض آنکھوں سے اوجھل کرنا سب کے نزدیک ضروری ہے) اس کو گھر نہیں چھوڑتے باہر نہیں چھوڑتے، اس کے تعفن سے دنیا کی صحت خراب ہوگی۔ پہلا کام یہ کرتے ہیں کہ اسے یا دفن کردو۔ کوئی جلا دیتا ہے کوئی پانی میں بہا دیتا ہے اور کوئی برا نہیں مانتا ___ لیکن زندہ آدمی کو کوئی جلائے تو گورنمنٹ ہی مدعی ہو جائے گی کہ اسے پھانسی دو۔ قوم بھی مدعی بنے گی کہ یہ بدکار ہے مجرم ہے، روح کے ہوتے ہوئے کسی کی مجال نہیں ہے کہ دبائے دبائے گا تو مجرم ثابت ہوگا، لیکن جب روح نکل جائے تو جس کا جی چاہے جلائے دفن کرے ___ تو مسلمانوں کا یہ شکوہ کرنا کہ فلاں قوم نے ہمیں جلا دیا یا فلاں نے گرا دیا میں کہتا ہوں غلط ہے۔ اس نے خود اپنے کو گرا دیا ہے جب روح نکال دی تو زندگی ختم ہوگئی۔ زندہ آدمی کو کوئی نہیں جلا سکتا۔

"عالم کی روح فی الحقیقت ذکر اللہ ہے:

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ حقیقی معنی میں حق تعالیٰ نے دینی روح (مسلمانوں میں) ڈالدی اور وہ ہے قرآن کریم۔ وکذالک اوحینا الیک روحا من امرنا۔

تو اس عالم کی روح فی الحقیقت ذکر اللہ ہے جب یہ نکل جائے گا تو عالم لاشہ کی مانند ہو جائے گا اور لاشہ کا انجام پھولنا، پھٹنا، سڑنا، گلنا اور ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے تو ایک ایک چیز کا ذرہ ذرہ پھٹ جائے گا قیامت کے دن۔ یہ عالم کی موت ہوگی، اور یہ اس لئے واقع ہوگی کہ روح نکل جائے گی۔

"روح کا حسی مرکز"

اس روح کا سب سے بڑا حسی مرکز بیت اللہ شریف ہے جس کے ذریعہ چلتی ہے اسی میں تجلی خداوندی ہے جس کے سامنے ہم جھکتے ہیں۔ ہمیں سے بطفیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انوار و برکات چلتے ہیں تو یہ مرکز روح ہے فی الحقیقت۔ قیامت کا جب قرب ہوگا اور روح اُٹھنے والی ہوگی تو حدیث شریف میں ہے کہ بیت اللہ کو ایک حبشی غلام ریزہ ریزہ کرے گا ایک ایک پتھر اس کا جدا کر دے گا تو سب سے پہلے بیت اللہ ختم ہوگا پھر عالم پر قیامت طاری ہو جائے گی۔

یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے بادشاہ کا جب لشکر چلتا ہے تو سب سے پہلے شاہی خیمہ نصب کیا جاتا ہے تاکہ بادشاہ آکر ٹھہرے ان کے اردگرد ان کے دربار کے امراء کے خیمے لگتے ہیں، فوجیوں کے خیمے لگتے ہیں۔ جب بادشاہ آتے ہیں تو تب بڑا شہر بن جاتا ہے لیکن جب کیمپ اجڑتا ہے تو سب سے پہلے شاہی خیمہ اکھاڑا جاتا ہے۔ بعد میں اور امراء کے خیمے اکھڑتے ہیں اور پھر میدان خالی ہو جاتا ہے۔ یہی صورت یہاں بھی ہے۔ وہ خیمۂ خداوندی کہ تجلیات الٰہیہ اس میں مقیم ہیں سب سے پہلے اسی کو عالم میں قائم کیا گیا۔ فرمایا گیا:۔

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ
بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّ ھُدًی
لِّلْعٰلَمِیْنَ

سب سے پہلا گھر جو اللہ نے عبادت کے لئے قائم کیا وہ وہ ہے جو مکہ شہر میں ہے اس کا نام کعبہ مقدس ہے۔ یہ گویا خیمہ شاہی ہے جب عالم کو آباد کرنا ہوا تو سب سے پہلے خیمہ شاہی نصب کیا گیا، اور جب عالم کا خیمہ اکھڑے گا اور یہ دنیا ختم ہوگی تو سب سے پہلے شاہی خیمہ اکھاڑا جائے گا۔ جب بیت اللہ کی ایک حبشی غلام اینٹ سے اینٹ بجا دے گا اور تجلی خداوندی اسے چھوڑ دے گی۔ اس کے بعد عام مساجد بھی ویران ہوں گی۔ تمام اہل اللہ کے ذکر خانے (تکیے) بھی ویران ہوں گے اور ساری دنیا ویران ہو جائے گی۔ تو اولین چیز وہ شاہی خیمہ ہے جو سب سے پہلے نصب ہوتا ہے کیمپ میں اور اکھڑنے کے وقت سب سے پہلے شاہی خیمہ اکھڑتا ہے۔ تو اولین چیز جو قائم کی گئی وہ بیت اللہ ہے۔ اور ابتداء میں قیامت کے قرب میں وہ سب سے پہلے اکھاڑا جائے گا۔ بہرحال وہ روح ذکر اللہ ہے جو اس کے اندر موجود ہے۔ اسی کے بقاء سے عالم باقی ہے۔

فلسفۂ موت:

تو موت فی الحقیقت نام ہوا ذکر اللہ کے منقطع ہو جانے کا۔ یہ منقطع نہ ہو تو آدمی مرتا نہیں۔ اسی لئے حدیث میں ارشاد فرمایا گیا کہ مثل الذاکر فی الغافلین کمثل الحی فی الاموات۔ غافلوں کے اندر ایک بھی ذکر اللہ کرنے والا موجود ہے تو وہ مثل زندہ ہے۔ وہ غافلوں

یں سے نہیں۔ اس۔ لئے مُردوں کے اندر وہ زندہ ہوتا ہے۔

علماء ربانی کی شان:

تو علماء ربانی کی شان بھی بتلائی گئی ہے کہ ان کا دل روح اور دماغ ہر وقت اللہ تعالےٰ کی یاد میں معروف رہتا ہے۔ یہ اثر ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ان کا صدقہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں فرمایا گیا ہے

کان یذکر اللہ علی کل احیانہ

کوئی لمحہ آپ کا ذکر اللہ سے خالی نہیں ہوتا تھا۔ زبان سے ذکر کریں۔ قلب سے ذکر کریں جس کو فکر کہتے ہیں۔ روح سے ذکر کریں جس کو توجہ اور معرفت کہتے ہیں۔ غرض کسی نہ کسی طریق پر ذکر میں معروف رہتے ہیں۔ تو جب کوئی عالم ربانی اٹھتا ہے جس کے لئے کہا گیا کہ

موت العالم موت العالم

تو ایسے عالم کا اٹھ جانا تو پورے عالم کا اٹھ جانا ہے کیونکہ وہ روح نکل جاتی ہے تو پورے عالم پر ایک پژمردگی چھا جاتی ہے۔

تو میں نے (ابتدائی حصہ میں) عرض کیا تھا کہ مولانا خیر محمد رحمۃ اللہ علیہ جیسے ان کے نام میں خیر ہے ان کے مسمّٰی میں بھی اللہ نے خیریت ہی رکھی تھی اور واقعتہً خیر ہی خیر تھے۔ حدیث کا پڑھانا۔ قرآن پاک کا پہنچانا۔ مواعظ سے تبلیغ و تلقین کرنا۔ اپنے پروردروں کی تربیت کرنا۔ غرض ذکر اللہ ہی انکا مشغلہ تھا کسی بھی انداز سے ہو۔

تو ایسے عالم ربانی کا اٹھ جانا یقیناً پورے عالم کے لئے موت کا بھی اور علامات موت کا یقیناً اشارہ ہے۔ جب کوئی عالم ربانی اٹھتا ہے تو قلوب محسوس کرتے ہیں کہ ایک قسم کی ظلمت طاری ہو گئی ہے۔ پورے عالم پر روحانیت میں کمی آ گئی۔ ہر شخص محسوس نہیں کرتا۔ صاحب دل جانتا ہے کہ نورانیت میں کتنی کمی آئی ہے اسی واسطہ فرمایا گیا ہے کہ

الموت الفزع الاکبر

موت سب سے زیادہ گھبرا دینے والی چیز ہے۔

تحفۂ مؤمن ــــ موت

مگر مجھے ساتھ یہ بھی عرض کرنا ہے کہ موت جہاں گھبرا دینے والی چیز ہے وہاں ایک تحفہ بھی ہے۔ ایک نعمت بھی ہے۔ ایک نعمت بھی اللہ کی طرف سے ہے ــــ اگر موت نہ ہو تو پھر عالم کی آبادکاری نہیں ہو سکتی۔

"مکالمہ بین اللہ و بین الملائکہ"

ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ حق تعالےٰ نے آدم علیہ السلام کی ساری اولاد کو ملائکہ علیہم السلام کے سامنے پیش کیا۔ اربوں کھربوں انسان جو قیامت تک آنے والے ہیں تو ملائکہ نے (انہیں دیکھ کر) عرض کیا کہ یا اللہ یہ زمین میں سمائیں گے کیسے؟ یہ تو تین ارب ہو جائیں تو اسی وقت کہیں گے بس بندی کراؤ۔ فیملی پلاننگ کرو۔ ایک طوفان بپا ہے۔ اگر وہ پچاس ارب ہو جائیں تو زمین کا کیا حشر ہوگا؟ تو ملائکہ کو یہ خلجان گذرا کہ زمین میں یہ کیسے سمائیں گے۔

حق تعالےٰ نے کہا کہ میں موت مسلط کر دوں گا۔ آئیں گے بھی، جائیں گے بھی، تو زمین خالی ہوتی رہے گی۔ اگلے آتے رہیں گے اور پچھلے جاتے رہیں گے۔ تو میں نے موت کا سلسلہ قائم کیا تاکہ جانے والے جائیں اور آنے والے خالی جگہ آکر بس جائیں۔

تو اس پر ملائکہ نے عرض کیا۔ جب موت مسلط ہوگی تو ہر وقت موت کی فکر لاحق رہے گی تو ان کی زندگی تلخ ہو جائے گی۔ نظام دنیا کیسے چلے گا۔ ہر وقت موت کی فکر میں غرق رہیں گے۔

فرمایا حق تعالےٰ نے کہ امیدیں مسلط کر دوں گا ان کے قلوب پر امیدوں میں لگے رہیں گے۔ موت کا دھیان بھی نہیں ہوگا۔ نظام دنیا چلتا رہے گا۔

تو بہر حال موت جہاں "فزع اکبر" ہے۔ گھبرا دینے والی چیز ہے وہاں آبادکاری کا بھی ذریعہ ہے۔ اگر موت نہ ہوتی اس زمین پر آبادکاری ممکن نہ ہوتی، تو مسافروں کی طرح آتے ہیں، چلے جاتے ہیں، جگہ خالی کر دیتے ہیں

"موت دنیوی تحفہ بھی ہے اور اخروی بھی:

اور اگر دنیوی لحاظ سے دیکھا جائے تو بھی موت ایک عجیب نعمت ہے۔ حدیث میں فرمایا گیا کہ

الموت تحفۃ المؤمن

موت سب سے بڑا تحفہ ہے مومن کے لئے۔ اس سے بڑھ کر اللہ کی طرف سے کوئی نعمت نہیں دی گئی۔ اور کیوں ہے وہ تحفہ؟ اس کی وجہ بھی حدیث میں ہی ہے

ان الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب۔ موت ایک پل ہے کہ جس سے گزر کر آدمی اپنے حبیب سے جا ملتا ہے۔

تو محبوب حقیقی سے مل جانا یہ کوئی گھبرانے کی چیز ہے؟ یہ کوئی مصیبت ہے؟ یہ تو عین خوشی کی چیز ہے کہ بندہ اپنے خدا سے جا ملے تو جس طرح کسی بندہ کی پیدائش پر خوشیاں مناتے ہیں میں کہتا ہوں موت بھی خوشی کی چیز ہے (اس پر بھی خوشیاں منانے کا اہتمام ہوا کرے) مگر لوگ تو یوں کہیں گے کہ یہ تو بالکل الٹی بات ہے، عقل کے بالکل خلاف، لوگ رونے لگتے ہیں خوشی کیسے منائیں گے؟

میں کہتا ہوں وہ رنج موت پر نہیں ہوتا وہ فراق پر رنج ہوتا ہے۔ موت کی تو خوشی ہوتی ہے کہ بندہ اپنے خدا سے جا ملا۔ اسی لئے کہا کرتے ہیں کسی کی بھی اچھی موت ہو کہ خدا ایسی موت تو سب کو نصیب کرے۔ تو اگر موت خوشی کی چیز نہ ہوتی تو کیوں کہتے لوگ؟

معلوم ہوا موت گھبرانے کی چیز نہیں ہے جو روتے ہیں وہ موت پر نہیں روتے

بقیہ صـ ۲۶ پر

محمد ادریس ہوشیارپوری

پیپلز پارٹی کی طرف سے

افغانی خونی انقلاب کی حمایت اور پاک پُرامن انقلاب کی مخالفت؟



افغانستان میں حالیہ گذشتہ ماہ کے انقلاب میں پاکستان کو گہری تشویش لاحق ہوئی۔ پاک حکومت نے نئی حکومت کو نہ صرف تسلیم کر لیا ہے بلکہ مستقبل میں خوشگوار تعلقات کی بھی طرح ڈالی ہے۔ انقلاب کے بعد مفتی صاحب نے انقلاب کی صورت حال کے پیش نظر بیان دیا ہے کہ گورنمنٹ پاکستان نے اسے تسلیم کر لیا ہے۔ یہ اچھا اور مستحسن قدم ہے حکومت کو تسلیم کرنا نہ کرنا چونکہ براہ راست حکومت ہی کا کام ہے اس لئے اس سلسلے میں حکومت ہی بہتر فیصلہ کر سکتی ہے۔ حکومت کا جو فیصلہ ہوگا وہ سب کے لئے قابلِ قبول ہوگا ——

تاہم مفتی صاحب نے یہ فرمایا کہ حالیہ انقلاب کے نتیجہ میں چونکہ بہت سے مسلمانوں کا خون ...... ناحق بھی بہا ہے تو اس طریق کار سے ہمیں اختلاف ہے۔ افغان قونصلر نے بھی مفتی صاحب کے اس بیان کا اپنے تئیں نوٹس لیا اور اس طرح مفتی صاحب کے سامنے یہ بات واضح کرنے کی کوشش کی کہ یہ خالصتاً عوامی اور جمہوری اقتدار کی بحالی کیلئے انقلاب ہے' جو افغان عوام کے لئے ضروری تھا۔ پی۔این۔اے کے صدر نے اس کے جواب میں صرف اتنا کہا کہ یہ میری ذاتی رائے ہے اور مجھے انقلاب کے پس منظر میں جو خون —— بہا ہے اس پر تشویش ضرور ہے۔

افغان حکومت اگر اس قسم کی بات کرے تو ہمیں کوئی تعجب نہیں ہے لیکن مرحوم اخبار مساوات جو پیپلز پارٹی کے دور حکومت کے حاصل کردہ اس رقم کے بل بوتے پر چل رہا تھا جو اس کے قائدین نے عوام کے حقوق پامال کر کے حاصل کی تھی۔ پیپلز پارٹی کے ایک رہنما عبدالغفور بھرگری نے انقلاب افغانستان پر مفتی محمود صاحب کے اظہارِ خیال پر شدید نکتہ چینی کی ہے کہ انقلاب افغانستان خالصتاً اس ملک کا اندرونی معاملہ ہے لہذا مفتی صاحب کو غیر ذمہ دارانہ تنقید سے گریز کرنا چاہیئے۔ سامراجی طاقتیں افغانستان کے اس انقلاب کی اس لئے مخالفت کر رہی ہیں کہ وہاں خالصتاً عوامی انقلاب آیا ہے اور وہاں جمہوری اور اسلامی معاشرہ کے قیام کی نو حکومت نے نوید سنائی ہے' اس لئے انہوں نے مفتی صاحب کو مشورہ دیا ہے کہ وہ اس معاملے میں خاموش رہیں۔''

بھرگری صاحب کی خدمت میں اور اسی طرح ان کے دیگر ہمخیال پیپلز پارٹی کے رہنماؤں سے یہ عرض کرنا ہے کہ آپ آجکل جمہوریت کی بحالی کے لئے بہت جدوجہد کر رہے ہیں اور آزادیٔ صحافت کے نام پر حکومت پاکستان کے خلاف احتجاجی تحریک شروع کی ہوئی ہے۔ آپ کو حکومت پاکستان میں فوجی انقلاب پر تو بہت زیادہ غصہ ہے اور پاک فوج کو اقتدار پر ایک لمحہ کے لئے آپ نہیں دیکھ سکتے اور فوج کو جمہوریت کے راستہ میں بہت بڑی رکاوٹ سمجھتے ہیں۔ ہمیں فوج کو اقتدار پر زیادہ دیر تک دیکھنے کی از خود خواہش نہیں اور ہم جلد بحالی جمہوریت چاہتے ہیں۔ لیکن آپ سے صرف اتنا عرض کرنا مقصود ہے کہ پاکستان میں فوج نے جن حالات میں اقتدار سنبھالا ہے وہ وقت کی ایک بہت بڑی ضرورت تھی ورنہ آپ کے آقا اور قاتل عوام نے خون کی ہولی کھیلنے کا جو منصوبہ تیار کر رکھا تھا وہ سب پر عیاں ہے عالمی پریس، اخبارات اور غیر ملکی ذرائع ابلاغ تک کے ذریعہ وہ نشریے سامنے آچکے ہیں' نیز مارچ ۷۷ء کے انتخابات میں دھاندلی ہونے کے بعد جس طریقہ سے جمہوریت کے لئے عوام نے قربانیاں دی تھیں اور بھٹو نے جس طرح عوام کو دبانے کی ناکام کوشش کی تھی اور پورے پاکستان میں جو خونریزی شروع کی تھی' کیا ایسے حالات کو دیکھ کر فوج خاموش تماشائی بنی رہتی؟ فوج نے بھٹو کو ایک موقع دیا اور اس کے ہاتھ مضبوط کئے تھے کہ یہ ملک میں امن وامان برقرار رکھنے میں کامیاب ہو جائے۔ اور فوج نے اپنی ہمدردی اور تعاون کا یقین دلایا تھا لیکن بھٹو صاحب نے عوام کی طاقت کا صحیح اندازہ نہ کیا اور اپنے دور اقتدار میں سیاسی تعطل کے نتیجہ سے بے خبر ہوتے ہوئے عوام کو کچلنے کی ناکام کوشش کی۔ اس لئے وہ اپنے انجام کو پہنچا جو قدرت کا ایک فطری شاہکار ہے کہ ظلم سے حکومت نہیں قائم رہ سکتی، چنانچہ اس کا زوال ہوا۔

فوج نے یہ مداخلت کی اور بھٹو کے اقتدار کا خاتمہ کیا اور بھرپور حب الوطنی کے جذبے

کا خوف دیا لیکن پیپلز پارٹی کو بہت ناگوار لگا۔
جبکہ انقلاب نہایت پُرامن تھا ۔ ملک میں جو عرصہ
سے بھٹو حکومت سے بدامنی اور عوام کے جان و
مال کے عدم تحفظ کا احساس ہی نہیں بلکہ عملی شکل
قائم کر رکھی تھی اور عرصہ سے کاروبار ٹھپ تھا
اور اقتصادی حالت تباہ ہو چکی تھی اس کو
پُرامن انقلاب کے ذریعے ختم کیا گیا اور عوام
نے سکھ کا سانس لیا اور اسی طرح فوج نے
اقتدار سنبھالنے کے بعد اس وقت ملک کی
سب سے بڑی شخصیت جناب محترم صدر فضل الٰہی
صاحب جو آپ ہی کی جماعت کے ٹکٹ پر کامیاب
ہونے کے بعد پاکستان کے صدر منتخب ہوئے
اور بھٹو حکومت نے بھی ان کو صدر مانا' ان کو
برقرار رکھا گیا ۔ وہ اپنے اعلیٰ عہدہ پر آج بھی اسی
طرح دائم و قائم ہیں اور آئین کو ختم نہیں کیا گیا اور
انقلاب کے بعد آپ کے محبوب راہنما بھٹو صاحب
کو گولی کا نشانہ نہیں بنایا گیا بلکہ مری میں ان کو پوری
سہولت سے رکھا گیا جبکہ پی ۔ این ۔ اے کے راہنماؤں
کا مطالبہ تھا کہ ظالم اور مظلوم میں "مساوات"
نہیں ہونی چاہیئے ۔ اور اسی طرح ملک میں کسی
کی نکسیر نہیں پھوٹی ۔ عوام نے اس مارشل لاء کو
خوش آمدید کہا اور اس مارشل لاء کے نتیجہ میں
بھٹو صاحب نے جو ہنگامی حالت دیر سے ملک
پر مسلط کی ہوئی تھی وہ ختم کی گئی ۔ عدالت
کی آزادی بحال کی گئی ۔ اخبارات کو صحافت
اس سے زیادہ ملی جو بھٹو کے دور میں مفقود
تھی تو آپ نے فوج کے اس پورے عمل کو
جمہوریت کے راستہ میں رکاوٹ قرار دیا اور
وہ آپ کو جمہوریت ہی نظر آتی رہی جو بھٹو کے
دور میں سب کچھ ہوتا رہا ۔ اور اس مارشل لاء کے
خلاف کبھی جمہوریت کے یوم پر کبھی حکومت
کو بدنام کر کے اس کے خلاف مسلسل اشتعال انگیزی
کرتے رہے ۔

اس کے بالکل برعکس افغانستان کے حالیہ
انقلاب میں جہاں بہت سی جانوں کا ضائع
ہونا یقینی امر ہے صدر داؤد کو گولی کا نشانہ
بنایا گیا ۔ ان کے اہل خانہ اور دیگر افراد کے
سینوں میں گولیاں داغ دی گئیں ۔ آئین ختم
کر دیا گیا اور فوج کو ابھی تک مزاحمت کا
سامنا ہے ۔ رات کو ابھی بھی کرفیو کا نفاذ ہوتا
ہے ۔ حالات ابھی تک پوری طرح قابو میں نہیں
ہیں ۔ اب آپ کو افغانستان کا انقلاب وقت
کی صحیح آواز معلوم ہوتا ہے ۔ اس انقلاب
میں لازماً بہت سے بے گناہ لوگ بھی مارے
گئے ہوں گے ۔ بادشاہت کے خاتمے اور اقتدار
کے عوام تک پہنچنے میں ہمیں بھی خوشی ہے ۔ ایک
خاندان کی اجارہ داری کا خاتمہ ضروری تھا لیکن
با ایں ہمہ اگر کوئی بھی آدمی انقلاب کے اس
طریق کار سے اختلاف کرے تو اسے یہ حق حاصل
ہے اور اس کا اختلاف جائز اختلاف ہو سکتا
ہے ۔ آپ لوگ جو فوج کے اقتدار کو جمہوریت
کے لئے رکاوٹ سمجھتے ہیں اور فوج کی موجودگی
میں ملک کی تباہی آپ کو نظر آتی ہے تو صرف
پاکستان میں آپ کو کیوں ایسا نظر آتا ہے ۔
افغانستان میں فوج کی حکومت میں یہ ساری
خرابیاں نظر نہیں آتیں ؟ اور آپ دوسروں
کو خاموش رہنے کی تلقین کرتے ہیں ۔

افغانستان کے حالیہ انقلاب کے پس پردہ
جس عالمی طاقت کا ہاتھ ہے کیا آپ لوگوں
نے اس کا ادھار رکھا یا ہوا چکانا ہے جو اس
طرح افغان فوج کی حمایت کرتے ہیں اور اس
طرح ملک حرامی سے بچنے کے لئے خود پاکستان
کو غیر مستحکم دیکھنا چاہتے ہیں ؟

افسوس کہ آپ لوگوں کا حافظہ بہت کمزور
واقع ہوا ہے خود بھٹو صاحب جب چیف مارشل لاء
ایڈمنسٹریٹر بنے تھے اور اپنے مارشل لاء کے طویل کرنے
کے لئے اسمبلی سے بھی تائید حاصل کرنا چاہتے تھے
اس وقت آپکے جمہوری اصول کہاں گئے تھے ؟ ایک
مسئلہ پر اسی طرح دو رائے قائم کرنا بلکہ اپنے ملک کے
لئے وہ رائے قائم کرنا جو ملک کے مفاد میں نہ ہو یہ
جذبہ حب وطنی سے سرشار نہیں ہے ۔

اسی لئے آپ دوسروں کو مشورہ دینے کی بجائے
پہلے اپنے دامن کو بھی دیکھ لیجئے ۔

پاکی داماں کی حکایت طویل کرنے کی
چنداں ضرورت نہیں ۔



بقیہ : ہمارے تعلیمی ادارے

بنیادوں پر برسر ملازمت ہیں ملازمت سے
فوری فارغ کر دیا جائے ۔ اس کے لئے ملک
بھر میں تحقیقاتی ٹیم دورہ کرے ۔ اس ٹیم میں تمام
غیر جانبدار لوگ لئے جائیں ۔ نیز کہ ایسے اساتذہ
کرام کو بھی جو ملحدانہ نظریات کا پرچار کرتے ہیں
ملازمت سے برطرف کر دیا جائے گا ۔ اس سے
تعلیمی ماحول کو بہتر بنانے میں خاطر خواہ مدد ملے گی ۔

بقیہ : قاری صاحب کا خطاب

جدائی پر روتے ہیں کہ ایک نعمت ہم سے چھن
گئی ۔ ایک چیز ہمارے ہاتھ سے نکل گئی تو
صدمہ فراق پر ہے ، موت پر نہیں ۔

موت تو خوشی کی چیز ہے ۔ اس لئے کہ یہ
مصیبت تو نہیں کہ بندہ اپنے اللہ سے جا ملے
یہ تو عین خوشی کی چیز ہے کہ بندہ محبوب حقیقی
تک پہنچ گیا ۔

موت کی تمنا علامت ولایت ہے ،

اسی واسطے موت کی تمنا یہ فی الحقیقت
ولایت کی علامت بتلائی گئی ۔ قرآن کریم میں
ہے کہ یہود نے دعوےٰ کیا تھا کہ ہم اولیاء اللہ
ہیں تو قرآن نے دعویٰ کیا کہ

قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا إِنْ زَعَمْتُمْ
أَنَّكُمْ أَوْلِيَاءُ لِلَّهِ مِنْ دُونِ النَّاسِ
فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ

تو خود موت کی تمنا بھی ایک نعمت ہے اسی واسطے
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ہے ۔

اللّٰهُمَّ حَبِّبِ الْمَوْتَ إِلَىٰ مَنْ
يَعْلَمُ أَنِّي رَسُولُكَ

اے اللہ ہر اس شخص کے دل میں میری محبت
ڈال دے جو میرے نبی ہونے کا قائل ہے
اس لئے کہ موت ہی واسطہ ہے اللہ تک پہنچنے
کا ۔ موت نہ ہو تو بندہ اللہ تک کیسے پہنچے ۔
تو موت ذریعہ ہے وصول الی اللہ کا ۔ اس
لئے موت تحفہ بھی ہے 'نعمت بھی ہے' اور
واسطہ بھی ہے بندہ کا اللہ سے ۔ اس لئے
فرمایا کہ موت کی تمنا کرنا ولایت کی علامت ہے ۔

(باقی)

شہر شہر سے

ترتیب قمر ہاشمی

حضرت مولانا عبدالغفور صاحب امیر جمعیت اصلاح قوم اوڈ پاکستان اپنے تمام قوم کے ہمراہ جمعیۃ علماء اسلام میں شامل ہو گئے

خانیوال ؛ گذشتہ دنوں حضرت مولانا عبدالغفور صاحب' امیر جمعیۃ اوڈ نے اپنی تمام قوم کے ساتھ جمعیۃ علماء اسلام میں شمولیت کا اعلان کیا۔ یہ اعلان انہوں نے قائد جمعیۃ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب سے ملاقات کے بعد کیا۔ اس موقع پر جمعیۃ علماء اسلام ضلع ملتان کے نائب جناب حکیم محمد عالم جاوید بھی مولانا کے ہمراہ تھے۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ انسب ہے کہ مولانا عبدالغفور صاحب کی جمعیۃ میں شمولیت کا سہرا جناب حکیم صاحب کے سر ہے۔

انہوں نے اپنی قوم کے مندرجہ ذیل مسائل کی طرف مفتی صاحب کی توجہ دلائی اور ان کے حل کرنے میں تعاون کی درخواست کی جس کے جواب میں مفتی صاحب نے وعدہ فرمایا کہ وہ ان کے مسائل حل کرانے کی کوشش کریں گے۔ انہوں نے اکابرین جمعیۃ حضرت درخواستی مدظلہ' حضرت مولانا مفتی محمود اور مولانا عبیداللہ انور صاحب پر اپنے بھرپور اعتماد کا اظہار کیا۔ جن مسائل کی طرف مولانا عبدالغفور صاحب نے توجہ دلائی وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ ایک عرصہ سے قوم اوڈ خانہ بدوشی کی زندگی گزار رہی ہے۔ پاکستانی ہونے کی حیثیت سے اس چیز کے حقدار ہیں کہ ان کو گذارہ الاؤنس کے طور پر ساڑھے بارہ ایکڑ زرعی زمین اور پانچ مرلے سکیم کے تحت رہائشی پلاٹ الاٹ کئے جائیں کیونکہ حکومت کے پاس لاکھوں ایکڑ بنجر یا سرکاری رقبہ موجود ہے۔

۲۔ جن مقامات پر قوم اوڈ آباد ہو چکی ہے ان مقامات پر سکول۔ ہسپتال اور زندگی کی دوسری ضروریات مہیا کی جائیں۔

۳۔ جن شہری مقامات پر ہماری قوم آباد ہوئی ہے محکمہ خوراک کو حکم دیا جائے کہ وہ ان لوگوں کے راشن کارڈ بنائے۔

۴۔ محکمہ پولیس کی نظر میں ہماری قوم بلاوجہ جرائم پیشہ تصور کی جاتی ہے اور ملزم نہ ہونے کی صورت میں ہمارے ساتھ انتہائی گھٹیا سلوک کیا جاتا ہے۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ ملزم کو معاف نہ کیا جائے اور بے گناہ کو پریشان نہ کیا جائے۔

۱۸۵۷ء کی جدوجہد آزادی

دراصل تحریک ولی اللّٰہی

کی عملی صورت تھی؛

گذشتہ دنوں شیخ الہند سوسائٹی کبیروالا کے زیر اہتمام ایک روزہ یوم ۱۸۵۷ء زیر صدارت سید خورشید عباس گردیزی اور جمعیت علماء اسلام ضلع ملتان منعقد ہوا جس میں حکیم محمد عالم جاوید نے ۱۸۵۷ء کے جنگ آزادی کے پس منظر، پیش منظر اور واقعات پر مدلل تقریر کی۔

انہوں نے کہا کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور ان کے فرزند محترم شاہ عبدالعزیز نے جو اصول تحریک ولی اللّٰہی کے مرتب فرمائے تھے اور شاہ عبدالعزیز نے مشہور عام فتویٰ دارالحرب کی عملی صورت دی۔ اس جدوجہد کا مقصد جہاں فرنگی سامراج سے گلو خلاصی کرانا تھا وہاں ہر قسم کی اقتصادی ناہمواریاں ختم کرنا تھا۔ ان اکابرین کی دوربین نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ یہی اقتصادی ناہمواری عوام کو سوشلزم کی طرف مائل کر دے گی چنانچہ انہوں نے زراعت، تجارت مزدور، کسان اور نادار عوام کے حقوق اسلامی نقطہ متعین فرمائے۔ وہی پروگرام اس وقت تھا۔ وہی پروگرام دارالعلوم دیوبند کا موقف اساس تھا اور وہی پروگرام آج اکابرین جمعیۃ کا ہے۔

ٹوبہ ٹیک سنگھ :

۱۷ اپریل۔ جمعیۃ علماء اسلام ٹوبہ ٹیک سنگھ کے رہنماؤں مولانا محمد عمر لدھیانوی، مولانا محمد اختر صدیقی۔ مولانا پیر محمد صدیق لدھیانوی، مولانا محمد اکرم قاسمی، حافظ عبدالحمید شیخ، ملک محمد صدیق عتیق اور احمد معقوب چوہدری نے ایک مشترکہ بیان کے ذریعے اپیل کی ہے کہ خلیفۂ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یوم وصال سرکاری طور پر منایا جائے اور اس روز ملک میں عام تعطیل قرار دی جائے۔ مشترکہ بیان میں جمعیۃ کے رہنماؤں نے کہا ہے کہ مسلک اہل سنت والجماعت کا کافی،

عرصہ سے اس سلسلہ میں مطالبہ چلا آ رہا ہے کہ خلفائے راشدین کے ایام سرکاری سطح پر منائے جائیں تاکہ ہماری نئی نسل پیغمبر اسلام محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشینوں کی سیرت و کردار سے روشناس ہو سکے۔ مشترکہ بیان میں عبوری حکومت کے سربراہ اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد ضیاء الحق سے اس ضمن میں پرزور اپیل کی گئی کہ وہ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یوم وصال کے موقعہ پر عام سرکاری تعطیل کا اعلان کریں اور اس روز ریڈیو اور ٹی وی سے خصوصی پروگرام نشر اور ٹیلی کاسٹ کئے جائیں جن میں اہل سنت والجماعت کے علماء کرام کو بھی موقعہ دیا جائے کہ وہ خلفائے راشدین کی عظمت و کردار پر روشنی ڈال سکیں۔ حکومت کے سرکاری ادارے پاکستان نیشنل سنٹر کے ارباب اختیار کو بھی ہدایت کی جائے کہ وہ اس سلسلہ میں مجالس مذاکرہ کا اہتمام کریں جن میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خراج عقیدت پیش کیا جائے۔

****

گذشتہ روز مدرسہ جامعہ مدنیہ حنفیہ ٹوبہ ٹیک سنگھ میں شہیدان بالاکوٹ کو ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی کی تقریب منعقد ہوئی اس موقع پر جمعیت علماء اسلام پنجاب کی مجلس شوریٰ کے رکن اور بزرگ عالم دین الحاج مولانا محمد عمر لدھیانوی نے اپنے مختصر سے خطاب میں شہدائے بالاکوٹ کو شاندار الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا۔ انہوں نے کہا کہ اس دور میں ہندوستان کے ملاؤں نے یہ فتویٰ دے رکھا تھا کہ حجاز مقدس کا سفر چونکہ محفوظ نہیں ہے لہٰذا مسلمانان ہند پر حج فرض نہیں۔ حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور سید احمد شہیدؒ نے نام نہاد مذہبی پیشواؤں کی جانب سے اسلام کے ایک اہم رکن کے بارے میں اس فتوے کی مخالفت کرتے ہوئے پورے ہندوستان کا تفصیلی دورہ کیا اور مسلمانوں کو حج بیت اللہ کی ادائیگی کے لئے تیار کیا چنانچہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے قبل ہندوستان کے عازمین حج کا پہلا قافلہ حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور حضرت سید احمد شہیدؒ کی قیادت میں فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے حجاز مقدس روانہ ہوا اور بیت اللہ شریف کے طواف اور روضہ اطہرؐ کی زیارت کی سعادت حاصل کی۔

انہوں نے کہا کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص میری ایک سنت کو زندہ رکھے گا اسے خداوند کریم ایک سو شہیدوں کا ثواب عنایت فرمائیں گے۔ مولانا محمد عمر نے کہا کہ حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ اور حضرت سید احمد شہیدؒ نے تو ایک فرض کو زندہ کیا جو ان کے ملبندی درجات کا سبب بن گیا۔

انہوں نے کہا کہ شہدائے بالاکوٹ کی داستان شجاعت ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ مومن کفر کو قبول کرنے کے بجائے اپنی جان قربان کر دینا سعادت سمجھتا ہے۔

جمعیۃ علمائے اسلام ٹوبہ ٹیک سنگھ کے ناظم اعلیٰ احمد یعقوب چوہدری اور مولانا پیر محمد صدیق لدھیانوی نے بھی اس موقع پر شہیدان بالاکوٹ کے حضور ہدیہ عقیدت پیش کیا۔ قرآن خوانی کے بعد دعائے مغفرت بھی کی گئی۔

تعزیتی اجلاس:

ملتان: مرکزی مجلس تحفظ حقوق اہلسنت ملتان کا ایک تعزیتی اجلاس زیر صدارت مناظر اسلام حضرت مولانا محمد حسین حیدری منعقد ہوا جس میں مدرسہ قاسم العلوم ملتان کے سابق مہتمم شیخ التفسیر محدث کبیر حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کی اچانک موت کو قومی المیہ قرار دیا۔ ان کی قومی اور دینی خدمات پر روشنی ڈالی۔ مرحوم کے لئے فاتحہ خوانی اور پسماندگان سے دلی ہمدردی کا اظہار کیا۔

دعائے صحت کی اپیل:

ملتان۔ مجلس تحفظ حقوق اہلسنت پاکستان کے مرکزی صدر خطیب معہ حضرت العلامہ مولانا محمد عبدالشکور صاحب دینپوری مدظلہ مورخہ ۲۶ اپریل ۱۹۷۸ء سے متواتر علیل ہیں۔ اب وہ اس وقت کوئٹہ فاطمہ جناح سینیٹوریم ہسپتال میں داخل ہیں۔ جملہ احباب و بزرگان دین سے اپیل ہے کہ وہ ان کی صحت کاملہ کے لئے دعا فرماویں۔

حیدرآباد میں مجلس کا قیام:

مدرسہ عربیہ دار الہدیٰ لیاقت کالونی میں زیر صدارت حضرت مولانا شبیر احمد صاحب اجلاس ہوا جس میں مجلس تحفظ حقوق اہل سنت والجماعت حیدرآباد کا قیام عمل میں آیا۔ صدر حضرت مولانا شبیر احمد، نائب صدر جناب حمید الدین، ناظم اعلیٰ قاری محمد عنایت اللہ قریشی، ناظم عبدالرحمٰن، ناظم نشر و اشاعت قاری محمد اسلم، خازن منشی صاحب منتخب ہوئے۔ حاضرین اجلاس نے تمام عہدیداروں کو مبارکباد پیش کی۔

مفتی صاحب کی عیادت:

جمعیۃ علماء اسلام ٹوبہ ٹیک سنگھ کے امیر حافظ شیخ عبدالحمید اور نائب امیر حاجی عبدالکریم نے گذشتہ دنوں ملتان میں قائد جمعیت اور پاکستان قومی اتحاد کے صدر مولانا مفتی محمود کی عیادت کی اور مفتی صاحب سے ان کی خیریت دریافت کی۔

مولانا مفتی محمود صاحب نے جنہیں ڈاکٹروں نے گلوکوز لگا رکھا تھا مقامی جمعیت کے رہنماؤں کو بتایا کہ میں نے اپنی زندگی دین کی خدمت کے لئے وقف کر رکھی ہے اور جب تک میرے جسم میں جان باقی ہے بفضل خداوندی دین کی سربلندی کی خاطر جہد آزما رہوں گا۔

انہوں نے دعا کی کہ خداوند کریم اسلام کی صحیح خدمت کے مشن پر انہیں قائم رکھے۔ اور ملک میں اسلام کا بول بالا ہو۔ مقامی جمعیۃ کے رہنماؤں نے جو آدھ گھنٹہ تک مولانا مفتی محمود کے پاس رہے بتایا کہ شدید علالت کے باوجود قائد جمعیۃ حسب معمول ہشاش بشاش نظر آرہے تھے۔

جرائم کا انسداد پولیس کی تنخواہوں میں اضافہ اور ترقی پر منحصر ہے۔ — مولانا ذکریا

جمعیۃ علمائے اسلام اور قومی اتحاد کے رہنما الحاج مولانا محمد ذکریا نے آج اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ پولیس کا محکمہ انتظامیہ کا ایک اہم ترین محکمہ ہے اور ملک میں امن وامان قائم رکھنے اور معاشرہ کو غنڈہ گردی اور ناپسندیدہ عناصر سے محفوظ رکھنے کے لئے اس پر بھاری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ یہ امر افسوسناک ہے کہ شروع ہی سے عوام میں پولیس کے بارے میں کچھ اچھا تاثر نہیں ہے۔ عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ پولیس کے عملہ کی اکثریت اپنے فرائض میں غفلت برتتی ہے۔ راشی افسران کو قانون کے شکنجے میں لانے کی بجائے خود رشوت لیتی ہے۔ قتل، عصمت دری، اغوا، ملاوٹ اور دیگر جرائم میں درپردہ پولیس کا ہاتھ ہوتا ہے اور اب لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ جب تک ہمارے علاقہ میں کوئی تھانہ نہ تھا اسوقت تک چوری نہیں ہوتی تھی لیکن جب سے تھانہ بن گیا ہے چوری کی وارداتیں شروع ہو گئی ہیں۔ پولیس کا بنیادی فرض ہے کہ وہ جرائم کی روک تھام کرے لیکن عملی طور پر دیکھا گیا ہے کہ اکثر جرائم پولیس کے زیر سایہ پروان چڑھتے اور پھلتے پھولتے ہیں۔ جب پولیس مین یہ محسوس کرتا ہے کہ قلیل آمدنی میں گذارہ کرنا مشکل ہے تو وہ آمدنی میں اضافہ کے لئے مختلف حربے استعمال کرتا ہے مثلاً وہ چوریاں کرواتا ہے یا پھر چوروں سے رشوت لے کر ان کو چھوڑ دیتا ہے۔ پھر اشیائے خوردونوش میں ملاوٹ کرواتا ہے اور ملاوٹ کے مجرم کو قانون کے حوالے کرنے میں عملاً گریز کرتا ہے اور چشم پوشی سے کام لیتا ہے ساتھ ہی دھمکیاں دیکر کچھ روپیہ وصول کرتا ہے۔ علی ھذا القیاس دیگر جرائم کو اپنے فرائض منصبی کے دوران چیک اپ تو کرتا ہے لیکن مٹھی کے گرم ہونے کی امید پر اغماض برتتا ہے۔ اور مجرموں کی پشت پناہی کرتا ہے اس طرح جرائم بجائے ختم ہونے کے اور بڑھتے ہیں۔ پولیس والوں کو اس بات کا [illegible] کہ وسعت رزق۔ مالی منفعت [illegible] بانٹ کا راز اسی امر میں پنہاں ہے کہ [illegible] میں جرائم باقی رہیں کیونکہ جرائم کی افزائش ہی پر ان کی ترقی اور فائدہ کا دارومدار ہے۔ جرائم بہتر ان کی ترقی بھی بہتر، اس لئے پولیس جرائم کی بندش کیوں ہونے دے گی۔

یہی حال کے۔ ڈی۔ اے، کے۔ ایم سی ای۔ ایس۔ سی اور دیگر ایسے محکموں کا ہے جن کا براہ راست عوام سے متعلق ہوتا ہے۔ جگہ جگہ غیر قانونی تصرفات کی بھرمار انہی محکموں کی مرہون منت ہے۔ پانی کے غیر مجاز کنکشن دیئے جا رہے ہیں۔ بجلی کی چوری ہو رہی ہے۔ پلاٹوں کا غلط الاٹ منٹ ہو رہا ہے۔ حکومت کے خزانے کو انکم ٹیکس، پراپرٹی ٹیکس اور دیگر ٹیکسوں کی جائز رقوم سے محروم رکھا جا رہا ہے۔ یہاں تک کہ مجھے تعجب ہونے لگتا ہے کہ یہ ملک چل کیسے رہا ہے؟ اور یہ سب کچھ اس لئے ہو رہا ہے کہ متعلقہ محکموں کے بیشتر ملازمین یہ محسوس کرتے ہیں کہ ہر کام قاعدہ اور قانون کے مطابق ہوتا رہے تو پھر ان کو بھتے کہاں سے ملیں گے اور ان کی مالی پوزیشن کا کیا بنے گا۔

مولانا ذکریا نے کہا یہ باتیں تو عوام کے عام تاثر کی عکاسی کرتی ہیں لیکن جب ہم پولیس کی ذمہ داریوں کے بارے میں باتیں کرتے ہیں تو ہمیں ان کی ضرورتوں اور حقوق کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیئے۔

انہوں نے کہا کہ محکمے سے تعلق رکھنے والے افراد کی تنخواہیں اور گریڈ مناسب ہونے چاہئیں۔ تاکہ وہ ناجائز آمدنی کمانے کا تصور کئے بغیر اپنے کنبے کی پرورش اطمینان بخش طور پر کر سکیں۔ پولیس کی تنخواہوں کا کم ہونا ہی ملک میں [illegible] جرائم [illegible] افزائش کا سبب ہے [illegible]

پولیس کے ملازمین اور ان کے زیر کفالت افراد کو طبی سہولتوں کی فراہمی۔ بچوں کی تعلیم کے ذرائع کی طمانیت۔ بیمہ اور پنشن وغیرہ کی سہولتیں بھی ملنی چاہئیں۔ نیز ان کے گھر پولیس تھانوں اور ان مقامات سے جہاں وہ ڈیوٹی پر متعین کئے گئے ہوں قریب ہونے چاہئیں۔ اس طرح دور دراز مقامات کی مسافت طے کرنے میں وہ کرایہ کے زیر بار اور انتظار کی بنا پر اضاعت وقت سے بچ جائیں گے اور وقت مقررہ پر ڈیوٹی بھی انجام دے سکیں گے۔

پولیس کے ہر تھانے میں سرکاری گاڑی ازبس ضروری ہے کیونکہ ٹیکسی، رکشا یا دیگر ٹرانسپورٹ کی تلاش میں پولیس کا وقت ضائع ہوتا ہے اور مجرم راہ فرار اختیار کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔

مولانا ذکریا نے مزید کہا کہ پولیس والوں کو تمام ضروری مراعات دینے اور مناسب سہولتیں فراہم کرنے کے باوجود اگر وہ فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی یا تساہلی کا مظاہرہ کرتے ہیں تو پھر وہ واقعی سزا کے مستحق ہیں، اور حکومت کا فرض ہے کہ وہ اس بارے میں نرمی سے کام نہ لے اور پھر ایسے سخت اقدامات کرے کہ دیگر غلط قسم کے افسران کے لئے تازیانۂ عبرت ثابت ہوں۔

قاتلانہ حملہ:

شہر باندی کے قریب مولوی عبداللہ گوٹھ میں رات کے وقت قادیانیوں نے اچانک سوتے ہوئے صوفی محمد علی صاحب کو شدید زخمی کر دیا۔ صوفی صاحب اس وقت نوابشاہ سول ہسپتال میں داخل ہیں اور اس علاقہ کے قادیانی حضرات اثر ورسوخ کے مالک ہیں۔ اسی وجہ سے مقامی انتظامیہ نے باوجود ایس۔ پی کے کہنے کے صحیح رپورٹ داخل نہیں کی۔ زخمی ہونے والا شخص انتہائی شریف اور تبلیغی جماعت کا رکن ہے [illegible] ہم حکومت سے گذارش کرتے ہیں کہ ملزموں کو عبرتناک سزا دی جائے

آگ لگانے کی مذمت:

جمعیۃ علماءِ اسلام لاہور کے امیر قومی اتحاد کے نائب صدر ملک شیر محمد جنرل سیکرٹری مولانا سعید الرحمن علوی۔ حافظ میاں عبدالرحمن، عبدالحئی اعوان ایڈووکیٹ مولانا محمد اسحٰق مقبول الرحمن قریشی مخدوم منظور احمد مولانا اللہ داد نے سکیسر سوڈھی کے جنگلات کو آگ لگانے کی شدید مذمت کی اور اس عظیم نقصان پر دکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اگر شرپسندوں نے مارشل لاء حکومت کو بدنام کرنے کے لئے یہ آگ لگائی ہے اور لاکھوں روپے کا نقصان ہوا ہے یہ ملک وملت سے سراسر دشمنی کا بین ثبوت ہے۔

لہذا ہم مارشل لاء حکام سے مطالبہ کرتے ہیں ان شرپسندوں کو فی الفور گرفتار کرکے کیفر کردار تک پہنچایا جائے تاکہ آئندہ اس قسم کی شرارت کرنے کی کسی کو جرأت نہ ہو سکے۔ اسی قسم کے واقعے تحصیل مری میں بھی رونما ہوئے ہیں۔ ان راہنماؤں نے ان افراد سے ہمدردی کا اظہار کیا جن کے مکانات اور فصلوں کو نقصان پہنچا ہے — مارشل لاء حکام سے اپیل ہے ان بے گناہ افراد کو معاوضہ دیا جائے جنکا نقصان ہوا ہے۔

شعبہ نشر و اشاعت، لاہور

مولانا منظور احمد چنیوٹی کی ضمانت پر رہائی

سٹاف رپورٹرز

مسٹر جسٹس ذکی الدین پال صاحب نے مولانا منظور احمد چنیوٹی سیکرٹری جمعیۃ علماءِ اسلام پنجاب و پرنسپل جامعہ عربیہ چنیوٹ کی ضمانت منظور کرتے ہوئے انہیں فوری رہائی کا حکم دیا ہے۔ انہیں سمری ملٹری کورٹ جھنگ نے مارشل لاء ریگولیشن ۱۸ کے تحت ۸ مئی کو ایک مہینے کی قید بامشقت کا حکم سنایا تھا۔ ان پر الزام تھا کہ انہوں نے ۲۴ مارچ جمعۃ المبارک کے قادیانیوں کے خلاف قابلِ اعتراض تقریر کی ہے اور سیاست میں بھی کچھ دخل اندازی کی ہے۔ ان پر مارشل لاء ریگولیشن ۱۸ کے تحت خفیہ ڈائری کی بنا پر ایف۔ آئی۔ آر درج کر کے مقدمہ قائم کیا گیا تھا۔

عدالت نے مولانا کو اس لئے رہا کیا کیونکہ عدالت کو معلوم ہوا کہ مکمل سزا میں سے تین ہفتے پہلے ہی گزر چکے ہیں اور ان کے خلاف مکمل ریکارڈ ابھی تک تیار نہیں ہوا تھا اور نہ ہی جلد اگلے ہفتے تک تیار ہونے کا امکان تھا۔

عدالت نے مولانا کو پانچ ہزار روپے کی ضمانت داخل کروانے کے بعد اور اسسٹنٹ کمشنر جھنگ کو اطمینان کے بعد رہا کر دیا۔

بشکریہ پاکستان ٹائمز ۲۴ مئی ۷۸ء

مارشل لاء حکام، افسر شاہی کا بھی محاسبہ کریں:

مارشل لاء کے بعد ضلع رحیم یار خان میں چوریاں بہت زیادہ ہو گئی ہیں۔ یہ افسر شاہی کا ایک کرشمہ ہے۔ چنانچہ تھانہ صدر خانپور میں تو چوریاں انتہا کو پہنچ گئی ہیں۔ حتی کہ معززین شہر خانپور کے ایک وفد نے مولانا مطیع الرحمن درخواستی کی قیادت میں ایس۔ پی رحیم یار خان سے ملاقات کی۔ تھانہ کے انچارج ملک خادم حسین صاحب کے خلاف شکایات کیں۔ ایس۔ پی صاحب نے فرمایا کہ ان شکایات کا ازالہ کیا جائے گا اور تحقیقاتی افسر بھی مقرر کیا جائے گا۔

لیکن تاحال شکایات بڑھ رہی ہیں اور تھانہ کے انچارج نے اپنا اب ولہجہ بھی بدل لیا ہے دھمکی آمیز باتیں شروع کر دی ہیں اس لئے مارشل لاء حکام محاسبہ کا عمل افسر شاہی کی طرف بھی کرے، تاکہ غریب عوام سکون کا سانس لے سکیں۔

۲۔ تھانہ رکن پور اور تھانہ آباد پور میں چند غنڈوں نے جو کہ پیپلز پارٹی سے متعلق ہیں غریبوں کو تنگ کرنا شروع کر دیا ہے۔ خصوصاً اس علاقہ میں مخدوم سلطان شاہ اور مرزا عبدالحئی کی سرگرمیاں قابلِ مذمت ہیں۔ یہ دونوں صاحبان زمیندارہ لباس میں غریبوں کو ناجائز تنگ کر رہے ہیں۔ ان دونوں زمینداروں نے تھانہ رکن پور کو اپنی لونڈی سمجھا ہوا ہے اور انچارج تھانہ ان کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے لہذا علاقائی حکام ان مسائل پر توجہ دیکر غریب عوام کی مشکلات کو دور کریں اور تھانہ کے عملے کو قانون کے دائرہ میں رہنے کی تلقین کی جائے۔

۳۔ ضلع رحیم یار خان میں حال ہی میں محل حمزہ اور جن پور میں تبلیغی اجتماعات ہوئے جس میں مولانا شفیق الرحمن درخواستی، مولانا منظور احمد شاہ صاحب، مولانا محمد ضیاء القاسمی، مولانا محمد رفیق حالی، مولانا قاری حماد اللہ شفیق، مولانا شریف اللہ صاحب، مولانا عبدالکریم صاحب مولانا خان محمد صاحب، مولانا محمد بشیر اختر الہ آبادی نے خطاب کیا۔ ان اجتماعات میں اصلاح معاشرہ توحید و رسالت کے عنوانات پر خطاب کیا گیا اور مطالبہ کیا گیا کہ موجودہ عبوری حکومت اسلامی قانون کے نفاذ کا اعلان کرے۔ ان اجتماعات میں چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد ضیاء الحق سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنے وعدہ کے مطابق اسلامی قانون نافذ کریں اور محاسبہ کے عمل کو تیز کریں کیونکہ محاسبہ کی حالیہ رفتار بہت سست ہے۔ اس حساب سے تو محاسبہ بیس سال تک بھی مکمل نہیں ہوگا۔ ان اجتماعات میں بڑھتی ہوئی چوریوں اور غنڈہ گردی پر اظہار تشویش کرتے ہوئے مطالبہ کیا گیا کہ علاقہ کے معروف رسہ گیروں کو مارشل لاء کے ضابطوں کے تحت گرفتار کیا جائے تاکہ غریب لوگ اپنی زندگی چین کے ساتھ بسر کر سکیں۔

۴۔ بزم شیخ الہند کے زیراہتمام خانپور میں بزم شیخ الہند منایا گیا جس میں اکابر علماء دیوبند کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔



ہمیں علماء حق کی قیادت پر فخر ہے

جاوید ابراہیم پراچہ

گذشتہ روز جمعیۃ طلباءِ اسلام پاکستان کے مرکزی قائم مقام صدر جناب جاوید ابراہیم پراچہ اور مرکزی ناظم مالیات جناب میاں محمد اجمل قادری تنظیمی دورے کے سلسلے میں کوئٹہ تشریف لائے۔ کوئٹہ ایئرپورٹ پر صوبائی قائدین جناب سکندر خان، سلیم صاحب، اسحاق عبداللہ اور دیگر اراکین جمعیت نے اپنے مرکزی قائدین کا استقبال کیا۔ صوبہ بلوچستان کے ناظم عمومی جناب غلام رسول مینگل بھی کراچی سے ہی مرکزی قائدین کے ہمراہ تشریف لائے۔ سب سے پہلے صوبہ بلوچستان کی جمعیۃ کی مجلس عاملہ کا اجلاس جناب ابراہیم پراچہ کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ تنظیمی صورت حال کا بالتفصیل جائزہ لیا گیا اور نہایت اہم فیصلے کئے گئے۔ اس کے بعد اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے مرکزی صدر جناب جاوید پراچہ نے کہا کہ جمعیۃ طلباءِ اسلام کا پروگرام آفاقی ہے۔ ہمیں علماء حق کی قیادت پر فخر ہے۔

انہوں نے کہا کہ لادینیت کے اس دور میں ہر طالب علم کا فرض ہے کہ وہ اپنے مذہب سے زیادہ آشنائی حاصل کرے۔ انہوں نے کہا کہ جمعیۃ طلباءِ اسلام فرنگی سامراج کے پیدا کردہ مُعد کا خاتمہ کرنا اپنا فرض اولین سمجھتی ہے۔

دوسرے دن جمعیۃ کے کارکن مستونگ تشریف لے گئے۔ وہاں انہوں نے اپنے اعزاز میں دیئے گئے ایک زبردست استقبالیہ سے خطاب کیا۔ اس کے بعد مرکزی قائدین واپس کوئٹہ پہنچے۔ وہاں گورنمنٹ سائنس کالج طلباء کے ایک پُرہجوم اجتماع سے خطاب کیا۔ انہوں نے کہا طلباء اسلام کے زریں اصولوں کو اپنائیں تب تک ملک میں اسلامی نظام حکومت قائم نہیں ہوتا کسی فرد یا جماعت کو اس کے حقوق حاصل ہو سکیں گے۔

انہوں نے کہا کہ جمعیۃ طلباءِ اسلام کا مقصد بھی یہی ہے کہ اس ملک میں فرنگی نظام تعلیم کی جڑیں اکھاڑ کر اسلامی نظام تعلیم نافذ کیا جائے۔ اس اجتماع سے ڈاکٹر غیاث اور سکندر خان عیسیٰ خیل نے خطاب کیا۔

اگلے دن مرکزی قائد نے ایک پُرہجوم پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کیا کہ بلوچستان کے طلباء کے لئے ملک کے دوسرے حصوں کے کالجوں میں میڈیکل کی سیٹیں مخصوص کی جائیں۔

حلقہ میہڑ شاہ (سندھ)

جمعیۃ طلباءِ اسلام حلقہ میہڑ شاہ (سندھ) کے کارکنان کا ہفت روزہ اجلاس زیر صدارت عبدالقادر شیخ منعقد ہوا اور درج ذیل انتخاب عمل میں لایا گیا:

صدر : عبدالقادر شیخ
نائب صدر : عبدالشکور شیخ
ناظم عمومی : بشیر احمد شیخ
" اوّل : مولا بخش شیخ
" دوم : محمد ابراہیم شیخ
" نشریات : عبدالشکور
" مالیات : غلام محمد بلوچ
" دفتر : محمد ایوب

سجاول:

جمعیۃ طلباءِ اسلام سجاول کے کارکنوں کے ایک اجلاس میں جو نذیر احمد صاحب کی زیر صدارت منعقد ہوا، ایک قرارداد کے ذریعے حکومت سے احتجاج کرتے ہوئے مطالبہ کیا گیا ہے کہ فلم 'اذان' کی شوٹنگ بند کی جائے۔ انہوں نے قرارداد میں کہا ہے کہ اس فلم سے شعائر اللہ کی توہین کا پہلو نکلتا ہے اس لئے اس فلم کی تیاری رکوا دی جائے۔

شجاع آباد:

جمعیۃ طلباءِ اسلام شجاع آباد کے کارکنوں کا ایک اجلاس زیر صدارت محمد فاروق صاحب منعقد ہوا۔ جمعیت کے پروگرام سے متاثر ہو کر درج ذیل طلباء نے جماعت میں باقاعدہ شمولیت کا اعلان کیا:

پیرزادہ محمد عبداللہ

حسین احمد ۔ میاں شاہد بودلہ
اظہار علی قریشی ۔ محمد صدیق
خالد جاگوانی ۔ محمد ریاض
محمد حسین ۔ محمد اسلم

اس کے بعد شجاع آباد کی شاخ کا باقاعدہ انتخاب عمل میں لایا گیا۔

صدر : پیرزادہ محمد عبداللہ
نائب صدر اول : میاں شاہد بودلہ
" " دوم : اظہار علی قریشی
ناظم عمومی : رانا محمد ریاض
ناظم : محمد اسلم
" نشریات : محمد صدیق
" مالیات : حسین احمد

مرکزی شوریٰ کا اجلاس :

جمعیتہ طلباء اسلام پاکستان کی مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس ۸، ۹ جون کو مری میں جناب اسد اللہ عباسی صاحب کے مکان پر منعقد ہو گا۔ تمام حضرات مطلع رہیں۔ دعوت نامے جاری کر دیئے گئے ہیں۔ بستر ہمراہ لادیں۔

ڈاکٹر علامہ خالد محمود کی دفتر میں آمد :

جمعیتہ علماء اسلام برمنگھم کے راہنما جناب ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب گذشتہ روز مرکزی دفتر جمعیتہ طلباء اسلام پاکستان میں تشریف لائے۔ انہوں نے دفتری نظام کی بہت تعریف کی۔ انہوں نے امید ظاہر کی کہ جمعیتہ کے ساتھی جس نہج پر کام کر رہے ہیں، انشاء اللہ جلد ہی یہ لوگ ملک میں جمعیتہ طلباء اسلام کو متعارف کرانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

تنظیمی دورہ :

جمعیتہ طلباء اسلام ضلع گوجرانوالہ کے قائم مقام صدر جناب ظفر لیٰین بٹ نے اپنے ضلع کی مختلف شاخوں کا تنظیمی دورہ کیا۔ اس سلسلے میں آپ نے حافظ آباد، قلعہ دیدار سنگھ، نوشہرہ ورکاں، ملی پور، لدھے والا چیمہ، وزیر آباد، گکھڑ اور دیگر مقامات کا دورہ کیا ان کے ہمراہ گوجرانوالہ جمعیتہ کے کنوینر محمد فاروق بھی تھے ظفر لیٰین بٹ صاحب نے ان شاخوں کی کارکردگی کو سراہا۔ کارکنوں کو مزید محنت اور لگن سے کام کرنے کی نصیحت کی۔



کے اگلے شمارے میں

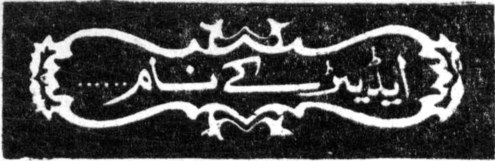
- مولانا عبید اللہ سندھی رح کا اہل ہند کے نام ایک خط ..... بسلسلہ تحریک ریشمی رومال
- کیا اسلام میں سرمایہ داری جائز ہے .... بسلسلہ شاہ ولی اللہ رح
- طوفان سے بچیئے .... بسلسلہ طب و صحت
- اسلام میں ضرورت جہاد
- توحید اور شرک ◆ الاستاذ المودودی
- انقلاب افغانستان کے بعد + اری ٹیریا کے حریت پسند +
  وطن عزیز میں .... بسلسلہ گردش دوراں
- شہدائے تحریک نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم
- درس قرآن و حدیث
- تربیتی اجتماعات کی رپورٹ
- طلباء کی سرگرمیاں
- تبصرہ کتب
- چمن خیال
- عظمت کے مینار، اور بہت کچھ

جون کے پہلے ہفتے میں شائع ہو رہا ہے

عزم نو ؟ (خصوصی اشاعت)

چند لکھنے والے

- شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خانصاحب صفدر ◆ مولانا محمد تقی عثمانی ◆ ڈاکٹر علامہ خالد محمود
- ڈاکٹر وحید قریشی ◆ ڈاکٹر امان اللہ خان ◆ ڈاکٹر ذوالفقار ملک ◆ حافظ احمد یار
- پروفیسر نور الحسن خان ◆ ڈاکٹر عبید اللہ خان ◆ ڈاکٹر آغا یمین خان ◆ پروفیسر ظہیر بٹ
- ڈاکٹر رشید احمد جالندھری ◆ حضرت احسان دانش ◆ مولانا حبیب اللہ فاضل رشیدی
- حافظ عبدالرشید ارشد ◆ سعید الرحمٰن علوی، اور دیگر **انتظار فرمائیے**



آئی جی پنجاب سے دردمندانہ اپیل

مکرمی!

ہم محکمہ پولیس میں ملازم ہیں۔ ہمارے ڈی۔ ایس۔ پی (ٹیلی کمیونیکیشن) جناب چوہدری فضل محمد کی کوٹھی گلشن مصطفےٰ سکیم میں بن رہی ہے۔ ڈی۔ ایس۔ پی فضل محمد صاحب روزانہ چند ملازمین کو اپنی کوٹھی پر لے جاتے ہیں اور ان سے مزدوروں کا کام لیتے ہیں۔ چند دن کی بات ہے کہ ہمیں پولیس ٹرک میں وہاں لے جایا گیا۔ ہم سارے دن بھوکے پیاسے ڈی۔ ایس۔ پی کی کوٹھی پر کام کرتے رہے۔ اس دوران ہمیں کھانا تک نہیں دیا گیا۔ ہم نے ان کی توجہ بھی دلائی کہ جناب ہمیں کھانا دیا جائے پھر ہم سے کام لیا جائے مگر ہماری ایک نہ سنی گئی۔ اس شدت کی گرمی میں ہم صرف پانی پی کر گذارہ کرتے رہے۔ ہمارے علاوہ وہاں جو راج مزدور کام کر رہے تھے ان کے ساتھ معاوضہ طے کرنے کے باوجود کم پیسے دیئے گئے۔ شام چھ بجے کے قریب ہمیں واپس اسی ٹرک پر قربان لائن بھیج دیا گیا۔

جناب کی خدمت میں گذارش ہے کہ جہاں آپ پولیس سے رشوت ختم کرنے پر کمربستہ ہیں وہاں اس مسئلہ پر بھی توجہ دیں۔ ہم سرکاری کام کرنے سے نہیں گھبراتے مگر ہم سے ذاتی کام لیا جاتا ہے۔ یہ تو ایک پولیس افسر کی کہانی ہے نہ جانے کتنے پولیس افسران ہیں جو اپنے ماتحتوں سے ذاتی کام کرواتے ہیں اور یہ ماتحت ملازمت کے چلے جانے کے ڈر سے شکایت زبان پر نہیں لاتے۔

میں آپ کے موقر جریدے کی وساطت سے انسپکٹر جنرل آف پولیس (پنجاب) سے گذارش کرتا ہوں کہ اس مسئلہ پر خصوصی توجہ دے کر پولیس افسران کے ماتحت ملازمین کو ان کے ذاتی اور گھریلو کاموں سے نجات دلائیں۔

(مراسلہ نگار کی خواہش کے مطابق نام شائع نہیں کیا گیا)

گھی کا مسئلہ!

مکرمی!

میں ہفت روزہ ترجمانِ اسلام کی وساطت سے اعلیٰ حکام کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ خانیوال میں گھی کی قلت سے غریب آدمی سخت پریشان ہے۔ گھی کی قلت کو ختم کرنا تو ایجنسی ہولڈر کے بس کی بات نہیں لیکن گھی بلیک کرنے اور مصنوعی مہنگائی پیدا کرنے کے وہ خود ذمہ دار ہیں۔ گھی آنے سے پہلے ہی پیشگیوں میں بک جاتا ہے۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ ہمیشہ رات کے وقت گھی آتا ہے اور علی الصبح ختم ہو جاتا ہے اس وقت گھی بلیک میں ۱۱ روپے میں فروخت کیا جا رہا ہے اور پرچون میں بارہ روپے سیر تک فروخت ہو رہا ہے۔ اب جب کہ خانیوال شہر میں یوٹیلٹی سٹورز قائم ہو چکے ہیں اور پہلے بھی یہاں گھی میسر تھا مگر اب کئی ہفتے گزرنے کے باوجود گھی کا نام و نشان تک نہیں۔ لوگ صبح سے دوکانداروں اور یوٹیلٹی سٹورز پر چکر لگاتے رہتے ہیں۔

عوام نے مارشل لاء حکام سے مطالبہ کیا ہے کہ جلد یوٹیلٹی سٹورز پر گھی مہیا کیا جائے۔ بلیک مارکٹنگ کرنے والوں کا سختی سے محاسبہ کیا جائے۔ خانیوال کے شہریوں کو اس پریشانی سے فوری طور پر نجات دلائی جائے۔

محمد ظفر اقبال قریشی، خانیوال

چھ ماہ کی تنخواہ دلائی جائے!

مکرمی!

میں آپ کے جریدے کی وساطت سے متعلقہ حکام کی خدمت میں اپنے ساتھ سابق بھٹوشاہی کے دور کی زیادتیاں گوش گزار کرنا چاہتا ہوں۔ میرے ساتھ انصاف کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے انصاف کیا جائے۔

عالیجاہ! سائل اس کسمپرس معاشرے کا فرد ہی نہیں بلکہ خانس پور سایو بیہ کے اعلیٰ خاندان کا چشم و چراغ ہے۔ اپریل ۷۶ء کو بھٹو حکومت کا سیاہ دور تھا۔ ہمارے علاقے کی واٹر اسکیم جس کو پبلک ہیلتھ ایبٹ آباد کے زیر اہتمام ہوا یا گیا تھا مگر بعد ازاں ناقص پائپ ہونے اور بعض جگہ لینڈ سلائیڈ پڑنے سے یہ سکیم فیل ہو گئی۔ سائل ان دنوں بیروزگار تھا۔ دو علاقے کے سرکردہ رہنما اور پیپلز پارٹی کے خاص الخاص رہنما جو اس اسکیم کے ٹھیکیدار بھی تھے مجھے ایبٹ آباد پبلک ہیلتھ آفس کے ایس۔ ڈی۔ او' جواب بھی اپنے عہدہ پر فائز ہیں' کے پاس لے گئے' اور مجھے نوکری نمائی دلا کر کہا گیا کہ تم کام کرو اور مزدوروں سے کراؤ' تنخواہ خرچہ تمہیں ملتا رہے گا۔

اس کے بعد چھ ماہ مسلسل مجھے کام کرتے گزر گئے۔ اہل علاقہ گواہ ہیں جب میں نے اپنی تنخواہ کا بھرپور تقاضہ کیا اور مارشل لاء حکام سے رابطہ کرنے کو کہا تو میری درخواست (Reject) کی گئی اور ایک لیٹر لکھ کر حکومت کو بلیک میلنگ کرنے کا الزام عائد کیا گیا۔

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کر دیں تو چرچا نہیں ہوتا

عالیجاہ! میرے چھوٹے بہن بھائی' ماں باپ اور بیوی سمیت آٹھ افراد گھر کے ہیں۔ اب میں انصاف کی بھیک کس سے مانگوں'

از راہ کرم میرے ساتھ انصاف کیا جائے اور مجھے' میرے چھ ماہ کی تنخواہ دلا کر ایسی ملازمت کا جھانسہ دینے والوں اور اس میں

ملوث افراد کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔

عثمان غنی عباسی

خانس پور ایوبیہ

ترجمان کا معیار بہتر ہے:

مکرمی!

۲۱ مئی کا شمارہ نظر سے گزرا۔ پڑھ کر از حد خوشی ہوئی کہ بفضل تعالیٰ ترجمان اسلام پہلے سے بہت بہتر آرہا ہے۔ اس دفعہ کا اداریہ، حضرت مولانا محمد شریف وٹو کا انٹرویو، حضرت مولانا مفتی محمود، حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی صاحبان کے خطبات جمعہ کی مکمل کارروائی بہت خوب تھی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمارے اس پیارے ہفت روزہ کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے (آمین)

محمد نعیم بادشاہ، لنڈا بازار لاہور

محترم محمد نعیم بادشاہ صاحب! ہم حتی الوسع کوشش کر رہے ہیں کہ رسالے کو پہلے سے زیادہ بہتر انداز میں پیش کیا جائے۔ اس کے لئے قارئین کا تعاون بھی ازحد ضروری ہے۔ (ادارہ)

بیان بازی سے اجتناب کیا جائے:

حالیہ اشاعت میں جناب ڈاکٹر احمد حسین کمال کا قومی حکومت سے متعلق تجزیہ نظروں سے گذرا افسوس کہ ڈاکٹر صاحب نے جوشِ خطابت کہ لیں یا بے خبری کہ این۔ڈی۔پی کے حالیہ طرز عمل یا حکمت عملی پر نقصان وہ خیالات کا اظہار فرمایا ہے جو ان جیسی شخصیت کو زیبا نہ تھے۔

میں آپ کے مؤقر جریدے کی وساطت سے ڈاکٹر صاحب موصوف اور دیگر جذباتی ذہن رکھنے والے افراد سے دست بستہ عرض کروں گا کہ خدارا این۔ڈی۔پی اور جمعیت علماء اسلام کے موجودہ فروعی اختلافات کو سلجھانے کی تگ ودو فرمادیں۔ ان دونوں جماعتوں کا اختلاف کسی ایک کے لئے بھی مفید نہیں ہے۔ نیز اس مسئلہ پر بیان بازی سے اجتناب فرما دیں اور مخالفین کے عزائم کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ آپ کا متفقہ دشمن اس تاک میں ہے کہ انکا آپس کا بُعد طول پکڑے اور وہ اپنے مذموم عزائم حاصل کر سکے۔ قومی اتحاد کی جماعتوں میں موجودہ جوڑ توڑ ادغامات کا گہری نظر سے مطالعہ فرمایئے تو صورت حال آپ کی سمجھ میں باآسانی آجائے گی۔

حافظ محمد ارشد ندیم

جنرل سیکریٹری، این۔ڈی۔پی

چنیوٹ، ضلع جھنگ

اسلامی نظام جلد نافذ کیا جائے:

مکرمی!

میں آپ کے رسالے کی وساطت سے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد ضیاء الحق سے اپیل کرتا ہوں کہ پاکستان میں جلد از جلد اسلامی نظام نافذ کیا جائے۔ جنرل صاحب نے اپنی تقاریر میں بارہا فرمایا ہے کہ اس ملک میں جلد از جلد اسلامی نظام نافذ کیا جائے گا لیکن آج تقریباً گیارہ ماہ گذر جانے کے باوجود بات صرف اخباری بیانات تک ہے۔

میں جنرل صاحب سے گذارش کرتا ہوں کہ اس ملک میں شرعی سزاؤں کا جلد از جلد اعلان کیا جائے۔ اس کے بغیر اس ملک میں امن قائم نہیں رہ سکتا۔

م۔ن۔ب، لنڈا بازار لاہور

ائمہ مساجد کا وقار بحال کیا جائے:

مکرمی!

غریب آدمی کا مقدمہ بازی میں پھنسنا گویا اس کی زندگی کا سب سے بڑا عذاب ہے، کیونکہ یہ مقدمے تمام عمر کا ساتھ دیتے ہیں۔ مگر پھر بھی ان سے جان نہیں چھوٹتی۔ عدالتوں کا طریقۂ کار انتہائی پیچیدہ ہے اور مختلف قانونی دشواریوں کے سبب مقدموں کی سماعت پر بڑا وقت خرچ ہوتا ہے۔

حکومت سے استدعا ہے کہ اسلامی ملک میں اسلامی قوانین نافذ کیے جائیں مسجد کے امام کا وقار اور مرتبہ بڑھایا جائے۔ اس سے غریب لوگوں کو در بدر کی ٹھوکریں نہیں کھانی پڑیں گی۔ دین اور دنیا کو سنوارنے کے لئے امام مسجد کو نمبردار و تھانیدار کے اختیارات دیے جائیں تاکہ معاشرہ کی اصلاح ہو سکے۔ عوام کا قیمتی وقت ضائع ہونے سے بچ جائے۔ اور جو رقم مقدمہ بازی میں ضائع ہوتی ہے اسے بچایا جا سکے اور اس رقم کو معاشرہ کی بھلائی کے کاموں پر خرچ کیا جائے۔ اس طرح معاشرہ سکھ کا سانس لے گا۔

امید ہے مارشل لاء حکام اس پر غور فرمائیں گے اور قوم کو مزید تباہی سے بچا لیں گے۔

لطیف الرحمٰن

کمشنری بازار، ڈیرہ اسمٰعیل خان

پرانی گندم اٹھائی جائے۔

مکرمی!

شجاع آباد کے قریب اور مدرسہ عربیہ اشرف العلوم کے متصل پرانی گندم ڈال کر پانی لگا دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے انتہائی تعفن اور بدبو پیدا ہوتی ہے اور قریب کے رہنے والوں کو زبردست تنگی ہوتی ہے تعلیم کا انتہائی نقصان ہوتا ہے اور نماز پڑھنے کے وقت شدید تکلیف ہوتی ہے۔ نماز کا ادا کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

اس سلسلے میں ہم نے اے سی شجاع آباد کی خدمت میں اس قسم کی ایک درخواست پیش کی تھی تو اس نے جواب دیا کہ "گورنمنٹ غریب ہے آپ خود طالب علم یا قریب کے زمینداروں کو اکٹھا کر کے اس گندم کو اٹھا کر کسی دور جگہ پہ ڈلوائیں"۔ ہم مارشل لاء پنجاب کی توجہ اسطرف دلانا چاہتے ہیں اور درخواست کرتے ہیں براہ کرم ہم مسافر دینی طلباء کی تعلیم و صحت کا خیال فرما کر اس پریشانی سے نجات دلوائیں۔

غلام صدیق فاروقی

مدرسہ اشرف العلوم

حبیب آباد شجاع آباد